مختصر شرح
زیارت جامعہ کبیرہ

(اردو ترجمہ: پرتوی از زیارت جامعہ کبیرہ)

آیت اللہ العظمی شیخ ناصر مکارم شیرازی حفظہ اللہ

مترجم: سید سبطین علی نقوی امروہوی

Presented by Ziaraat.Com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب............... مختصر شرح زیارت جامعہ کبیرہ

مصنف................ آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی

مترجم................ سید سبطین علی نقوی امروہوی

نظر ثانی.............. سید حسن رضا زیدی

کمپوزنگ............... سید سبطین علی نقوی امروہوی

ناشر.................. ون ٹین بکس

سال اشاعت.......... ۲۰۱۸ عیسوی

ہدیہ..................

Ziaraat.com
Online Library

Hydrabad Sindh
Phone: 03333589401
email: webmaster@ziaraat.com FB:
facebook.com/ZiaraatDotCom

علمدار جعفری بک ڈپو اینڈ قمر نگینہ سینٹر

شاپ نمبر 23-22، مین گیٹ امام بارگاہ شہدائے کربلا سادات سوسائٹی فیڈرل بی ایریا بلاک 20 کراچی۔

Ph: 021-36804345 E-mail: Alamdar.jafri@outlook.com

Presented by Ziaraat.Com

انتساب

ان بارہ اختران تابناک کے نام جن کی ضیائے نور، عالمین کی رب العالمین کی جانب ہدایت کر رہی ہے. جن کے دم سے جہاں باقی ہیں اور جن کا وجود حضرت حق کے وجود کی دلیل ہے.

Presented by Ziaraat.Com

نشر فضائل اہلبیتؑ کی ضرورت

ہمارے اہم ترین وظائف اور ذمہ داریوں میں سے ایک بشریت کے لیے رہبران الٰہی اور آئمہ منصوص من اللہ کا تعارف کروانا ہے، وہی امام کہ جن کی پیروی کرنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفارش فرمائی، تاکہ عامۃ الناس راہ سعادت پاکر فلاح سے ہمکنار ہو سکیں۔

ان ہستیوں کی معرفت کا اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں کہ ان کی خصوصیات، فضائل اور مناقب بیان کیے جائیں، کہ جب بھی لوگ بلخصوص مسلمان اس خاندان ممتاز کے فضائل سے آشنا ہو جائینگے تو خود بخود ان کی جانب کھچے چلے آئیں گے اور ان کی بتائی ہوئی راہ پر گامزن ہو جائیں گے۔

آج کل خدا کے فضل و کرم سے حوزہ ہائے علمیہ بلخصوص حوزہ علمیہ قم میں بہت سے موسسات، ادارے اور مدارس موجود ہیں جو مختلف موضوعات جیسے فقہ، اصول، کلام، فلسفہ، عرفان، ادیان، تاریخ، حدیث، علوم قرآن وغیرہ پر تحقیق میں سرگرم ہیں جن میں چھوٹے بڑے سوالوں اور اعتراضات کے جواب، دفاع مذہب حقہ اور بیان معارف اہلبیتؑ کے فرائض انجام دیے جا رہے ہیں۔

البتہ اب بھی تحقیق و نشر فضائل اہلبیتؑ کے ضمن میں کوئی مستقل ادارہ وجود میں نہیں آسکا، یا جس طرح ہونا چاہیے ویسا موجود نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ معرفت اہل بیتؑ تمام اچھائیوں کی منشاء اور مبداء ہے، کیونکہ ان کی پہچان ہی معاشرے کو رہبران الٰہی اور اسلامی اقدار سے روشناس کرواسکتی ہے۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ اگر موجودہ دور میں منطقی دلائل کے ساتھ متعصبانہ رویے بالائے طاق رکھتے ہوئے فضائل اہلبیتؑ کے دریچے وا کیے جائیں، تو یہ وحدت اسلامی اور مسلمانوں کی ہدایت کے لیے بہترین راہ ہوگی۔

اسی وجہ سے ہم معرفت معصومینؑ کے مقصد کے تحت فضائل اہلبیتؑ نشر کرنے کے سلسلے کا آغاز کر رہے ہیں اور خدا سے اس راہِ مقدس میں مدد کے خواستگار ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

پیش گفتار مترجم

زیارت، عاشق کا دیار معشوق میں عارفانہ حضور، زائر کا سرائے مزور کا عاشقانہ دیدار، محب کا اپنے محبوب کے لیے اظہار عشق وارادت، دلدادہ کا دلدار کی گلی میں صمیمانہ انداز میں دل لٹانا، جانباز سپاہی کا اپنے سردار کے سامنے سپردگی جان، دیندار کا پیشوایان دین کے سامنے عاجزی کا اعلان اور ایمان و دینداری کی آذان ہے۔ زیارت، مرید کا مراد کے لیے سچی وفاداری کا اعلان، مطیع کا مطاع کے سامنے اظہار اطاعت اور مخلص کا جانِ جاناں کے لیے اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر اعلان خود فراموشی ہے۔ زیارت، خود کو ترازو پر پیش کرنا ، آئینۂ کمال کے سامنے کھڑا ہونا، اور اعلیٰ مقام کو طلب کرنے والے انسان کے لیے نشانی کوئے کمال ہے کہ وہ کہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ زیارت، مشتاقانہ، آگاہانہ اور عاشقانہ دستر خوان ہے جو سرائے دل سے شروع ہوتا ہے اور راہ دل سے گزرتا ہوا آخر میں مقصد و مقصود تک جا پہنچتا ہے۔[1]

جو کتاب اس وقت آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے، آیت اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی کی ان تقاریر کا مجموعہ ہیں جو آپ نے بارگاہ ملکوتی امام علی بن موسی رضا (علیہ آلاف التحیۃ والثناء) کے جوار میں حوزہ علمیہ حضرت ولی عصر خوانسار کے طلاب اور مدرسین کے مجمع سے ۱۳۷۰ ھجری شمسی میں خطاب کرتے ہوئے فرمائی تھیں۔

استاد محترم کے تمام مطالب کا پانچ حصوں میں خلاصہ کیا جا سکتا ہے:

- فلسفۂ زیارت
- زیارت جامعہ کبیرہ کی تحقیق
- زیارت جامعہ کبیرہ کے بارے میں چار نکات

---

[1] ۔ ادب فنای مقربان، ج ۱، ص ۱۷، آیت اللہ جوادی آملی۔

Presented by Ziaraat.Com

- زیارت جامعہ پر سات حصوں میں ایک اجمالی نظر، اس کے کچھ جملوں کی شرح کے ساتھ
- زیارت جامعہ کے پہلے پانچ جملوں کی تفصیلی شرح

اگرچہ معظم لہ کو زیارت جامعہ کی کامل شرح کرنے کا موقع نہیں ملا، لیکن اس کے باوجود بھی ان پانچ فصول میں آپ نے بہت سے قیمتی مطالب بیان فرمائے جو عام لوگوں، بلخصوص فضلاء، طلابِ حوزہ اور دانشگاہوں سے منسلک طالبعلموں کے لیے نہایت مفید ہیں، ہم امید کرتے ہیں کہ آئندہ آنے والے ایام میں جناب استاد کی جانب سے صادر شدہ مکمل شرح زیارت جامعہ سے بہرہ مند ہوں گے۔

ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص یہ سوال اٹھائے کہ جب یہ کتاب زیارتِ جامعہ کی مکمل شرح پر مشتمل نہیں تو پھر مکمل شروح کو چھوڑ کر اس کے ترجمے کو فوقیت کیوں دی گئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو اس مختصر سی کتاب میں زیارت، امامت و ولایت، اخلاقیات اور اعتقادات سے متعلق بہت سی اہم ابحاث کو مختصر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ سمندر کو کوزے میں سمویا گیا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ عام عوام مشکل مطالب اور طویل تشریحات پر مشتمل شروح پڑھنے کی ہمت نہیں کر پاتے لہذا اس کتاب کا اس نیت کے ساتھ ترجمہ کیا گیا ہے کہ آئمہ کی زیارت پر جانے والا ہر زائر پہلے اس کتاب کا مطالعہ کرے، تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ وہ کس کی بارگاہ میں جا رہا ہے اور اسے وہاں جا کر کن باتوں کا خیال رکھنا ہے۔

حقیر کی ذاتی خواہش ہے کہ اس کتاب کو ہر قافلہ سالار اپنے قافلے میں موجود تمام زائرین کو زیارات پر جانے سے پہلے تحفے کے طور پر عنایت کرے۔ تاکہ جب وہ آئمہ کی ضریح ہائے مقدسہ کے سامنے پہنچیں تو وہ پہلے سے ہی معصومینؑ کی کچھ معرفت اپنے دامن میں رکھتے ہوں۔ البتہ آخر کتاب میں متن و ترجمہ زیارت جامعہ نقل کر دیا گیا ہے، تاکہ اس کے ترجمے سے آئمہ معصومینؑ کی معرفت حاصل کرنے میں پر سرعت گام بھرے جا سکیں۔ امید ہے کہ مومنین اس سے بھی بھرپور استفادہ فرمائیں گے۔ انشاءاللہ۔

خدا اس حقیر کی اس کمترین کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اس صورت میں کہ یہ مومنین کے بہترین انداز میں کام آ سکے۔ آمین۔

بندۂ ثقلین؛

سید سبطین علی نقوی امروہوی الحیدری

Presented by Ziaraat.Com

پہلی فصل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعض برادران کی جانب سے مشورہ دیا گیا کہ کیونکہ ہم جوار بارگاہ امام علی بن موسی رضاؑ میں موجود ہیں؛ لہذا زیارت جامعہ کبیرہ کے بارے میں بحث کی جائے؛ ہم نے بھی اس مشورے کو قبول کیا۔ جو بحث آج پیش کی جائے گی وہ زیارت کی شرح کے لیے مقدمے کی حیثیت رکھتی ہے۔

فلسفۂ زیارت

سب سے پہلے اس بات کا جائزہ لیں گے کہ: فلسفۂ زیارت کیا ہے؟ ہم زیارت کرنے کے لیے کیوں آتے ہیں؟ یہ تمام تاکیدات جو زیارت سے متعلق احادیث و روایات معصومینؑ میں وارد ہوئی ہیں، وہ تمام ثواب جو زیارت کے لیے بیان ہوا ہے؛ یہاں تک کہ کبھی ہر ہر قدم (کا ثواب) حج و عمرے کے برابر بیان کیا گیا ہے؛ کس لیے ہے؟ (بہتر ہے کہ) پہلے ہم فلسفۂ زیارت سے آشنا ہو جائیں اور پھر اس کے بعد زیارت جامعہ کبیرہ کی شرح کریں۔

یہ جاننے کے لیے کہ زیارت کے کیا اثرات ہیں، اس کا فلسفہ کیا ہے اور یہ کن مصالح پر مشتمل ہے، ضروری ہے کہ پہلے ہم یہ دیکھیں کہ ہدف خلقت کیا ہے؟ ہم کس لیے خلق کیے گئے ہیں اور اسی کے ساتھ یہ بھی دیکھیں کہ انبیاء کی بعثت کا ہدف کیا ہے؟ انبیاء کو کیوں مبعوث کیا گیا؟ اور یہ زیارت ہدف انبیاء کی کیا مدد کرتی ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

انسان کی خلقت کا مقصد

یہ وہ مسائل ہیں جو سلسلہ مراتب پر مشتمل ہیں اور جن کا جائزہ ناگزیر ہے۔ خلقت انسان کے بارے میں قرآن مجید میں ایک مختصر سا جملہ موجود ہے؛ یہ چھوٹا سا جملہ اپنے اندر تمام مسائل کو سموئے ہوئے ہے، قرآن فرماتا ہے: ﴿وَ ما خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْإِنْسَ إِلاَّ لِيَعْبُدُونِ﴾[1] میں نے جن وانس کو خلق نہیں کیا مگر اس لیے کہ میری عبادت کریں۔

بنا بر این، ہدف خلقت عبادت ہے یا دوسرے لفظوں میں ہدف خلق عباد اللہ کی پرورش ہے، بندۂ خدا کی تربیت کرنا، یہ ہدف خلقت ہے، کبھی کبھار جب (انسان) اس قسم کے مسائل پر پہنچتا ہے تو سوال کرتا ہے: کیا خدا کو ضرورت تھی کہ اس کی عبادت ہو؟ کیا میری عبادت خدا کے جاہ و جلال میں کسی چیز کا اضافہ کرے گی، خدا تو ہستی کا بحرِ بے نہایت ہے، اس کے پاس تو کوئی کمی نہیں جو کسی نقصان کے پورے کرنے کا نیاز مند ہو، پھر میری عبادت خدا کو کیا دے سکتی ہے؟

ایک پر از خطا مقائسہ

جو لوگ یہ سوال اٹھاتے ہیں وہ خدا کا اپنے ساتھ مقائسہ کرتے ہیں؛ اور یہ مسئلہ یعنی خدا کا اپنے ساتھ مقائسہ کرنا بہت سی غلطیوں کا سرچشمہ ہے، اگر بابِ معرفۃُ اللہ میں ہم خدا کا مقائسہ اپنے ساتھ کرنا شروع کر دیں تو بہت سی غلطیوں کا شکار ہو جائیں گے، ہم جو کام بھی کرتے ہیں اس میں کمی کا شکار رہتے ہیں اور (ہمیشہ) یہ چاہتے ہیں کہ (کسی طرح) یہ کمی برطرف ہو جائے، ہم درس پڑھتے ہیں کیوں کم علمی کا شکار ہیں، تجارت، زراعت کرتے ہیں، صنعت سازی کے پیچھے دوڑتے ہیں کیونکہ مادی و مالی کمی کا شکار ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ کمی دور ہو جائے۔ دوا دارو، طبیب اور صاف ستھرائی کے پیچھے بھاگتے ہیں کیونکہ ہم صحت و سلامتی کے معاملے میں کمی کا شکار ہیں یا پھر صحیح و سالم ہونے کے باوجود بھی ڈرتے ہیں کہ نہ جانے کب یہ سلامتی ہاتھ سے چلتی

---

[1] ذاریات: ۵۶.

Presented by Ziaraat.Com

بنے، اس بنا پر ہم اپنی زندگی میں جو کام بھی کرتے ہیں وہ ان کمیوں کے پورا کرنے کی غرض سے ہوتی ہیں، کبھی کبھی ہم یہ گمان کرنے لگ جاتے ہیں کہ خدا بھی ایسا ہی ہے، خدا نے ہمیں خلق کیوں کیا، حتماً اس کے پاس بھی کسی چیز کی کمی تھی اور یہ کمی برطرف ہونی چاہیے، یہ قیاس، قیاس مع الفارق ہے، ہم خدا کا اپنے ساتھ مقائسہ نہیں کر سکتے، وہ ہستی بے نہایت ہے، وہ تمام چیزوں کا بحر (بے کنار) ہے۔ ﴿وَ إِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلاَّ عِنْدَنا خَزائِنُهُ وَ ما نُنَزِّلُهُ إِلاَّ بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ﴾[1] تمام اشیاء کے خزائن اور گنجینے ہمارے پاس ہیں لیکن ہم انہیں ایک معلوم و معین مقدار کے علاوہ نازل نہیں کرتے۔

اس بنا پر اس کے یہاں (کسی چیز کی کوئی) کمی نہیں ہے۔ پھر یہ کہ میرے پاس ہے ہی کیا جو میں اسے دے سکوں؟ میرے پاس جو کچھ بھی ہے سب کا سب اسی کا ہے، کیا میں (اس قابل ہوں) کہ خدا کو کوئی چیز دوں؟ جاہ و جلال خدا کو کامل کروں؟ میں اقیانوس بے حد و حساب کا ایک قطرہ ہوں، کیا قطرہ اقیانوس کی مدد کر سکتا ہے؟ میں بحر عالم میں شبنم کی ایک بوند ہوں، شبنم کی ایک بوند عالم ہستی کے بحر بے پایاں کی کیا خدمت کر سکتی ہے؟

من نکردم خلق تا سودی کنم[2]

لہذا جب خدا فرماتا ہے: ﴿وَ ما خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْإِنْسَ إِلاَّ لِيَعْبُدُونِ﴾[3] میں نے جن و انس کو خلق نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔ تو اس کے معنی یہ نکلتے ہیں کہ یہ عبادت بھی خود انہی (بندوں) کے فائدے کے لیے ہے، اور یہ بھی ان پر خدا کی نعمت ہے، ہماری عبادت ہماری ہی تربیت اور جمال کا موجب ہے۔

---

[1] حجر: ۲۱.

[2] ایک مشہور فارسی شعر کا مصرعہ ہے، جس کے معنی ہیں: میں نے اس لیے خلق نہیں کیا تا کہ کوئی فائدہ اٹھاؤں. (مترجم)

[3] ذاریات: ۵۶.

Presented by Ziaraat.Com

ہم نماز پڑھتے ہیں خدا کی یاد آجاتی ہے، یہ ہماری تربیت کا موجب ہے۔ ﴿أَقِمِ الصَّلاةَ لِذِكْرِي﴾ [1] ہم نماز پڑھتے ہیں جو برائیوں اور فحشا سے روکتی اور ہماری تربیت کا موجب بنتی ہے۔ ﴿إِنَّ الصَّلاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشاءِ وَ الْمُنْكَر﴾ [2] روزہ رکھتے ہیں تاکہ ہم صاحبان تقوی میں سے ہو جائیں۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [3] حج بجالاتے ہیں جس میں خود ہمارے لیے ہی نفع ہے۔ ﴿لِيَشْهَدُوا مَنافِعَ لَهُم﴾ [4] ان تمام جگہ پر بات (لھم) یعنی ہمارے لیے ہے۔

سجدۂ شکر

ہم نماز کے بعد سجدہ شکر بجالاتے ہیں۔ کیوں؟ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدایا ہم تیرے شکر ادا کرتے ہیں کہ تو نے ہمیں توفیق دی کہ نماز کے تربیتی درس میں شرکت اور اس نماز کے وسیلے سے نورانیت، روحانیت، تقوی اور معرفت حاصل کریں۔ میں نماز بجالانے کے بعد تیرا قرضدار ہوں نہ کہ طلبگار، میں روزہ رکھتا ہوں تو بھی قرضدار ہوں، (کیونکہ) روزے کے ذریعے حاصل ہونے والا تقوی میری ہی جانب پلٹتا ہے، حج بجالانے سے مجھے یہ تمام معارف الہی نصیب ہوتے ہیں، میں قرضدار ہوں نہ کہ طلبگار۔

اس بنا پر انسان کی خلقت کا ہدف یہ ہے کہ ہماری تربیت کی جائے اور ہم قرب الہی کی منزل تک پہنچ جائیں، ہم نے عدم سے ذات پاک خدا جو کہ بے نہایت ہے کی طرح حرکت کی، ہم آگے بڑھ رہے ہیں، اور جو کچھ بھی ہے وہ ہماری طرف واپس پلٹتا ہے، اس بنا پر ہمارا ہدفِ خلقت خدا کا جود و رحمت ہے، خدا فیاض ہے، نور افشاں ہے، عالم کا مربی ہے، اس نے ہمیں عدم سے وجود بخشا، یہ ایک بڑا قدم اور ایک عظیم تکامل ہے جس کے پیچھے پیچھے ہمارے مراحل وجود قدم بقدم ہمیں آگے کی طرف لے جا رہے ہیں، کہاں تک؟ یہ

---

[1] طہ:۱۴.

[2] عنکبوت:۴۵.

[3] بقرہ:۱۸۳.

[4] حج:۲۸.

Presented by Ziaraat.Com

سمت، سمت بے نہایت ہے، ہم اس کی طرف جارہے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ بے نہایت تک پہنچ کر خدا ہو جائیں بلکہ ہم خدا کی طرف (جانے والے راستے پر) آگے بڑھ رہے ہیں۔

یہ وہی ہدفِ خلقت ہے جسے خدا نے کلمہ 'لیعبدون' میں بیان فرمایا۔ خدا کا عبد اور بندہ ہونا یعنی؛ انسان کامل ہونا، بندۂ خدا ہونا، انسان کامل (ہونے) کے مساوی ہے، جیسے کہ امیر المومنینؑ کے عظیم کلام میں عبد کے معنی نقل ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

إِلٰهِي كَفَى لِي عِزّاً أَنْ أَكُونَ لَكَ عَبْداً وَ كَفَى بِي فَخْراً أَنْ تَكُونَ لِي رَبّاً [1] اے خدا میری عزت کے لیے یہی کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں اور میرے فخر کے لیے یہی کافی ہے کہ تو میرا رب ہے۔ خدا کا بندہ ہونا عظیم ترین افتخار اور کمال ہے، کیا ممکن ہے کہ کسی کو بھی آسانی سے نام عبد اللہ یا عبادُ اللہ دے دیا جائے؟

عبادُ الرحمٰن کی خصوصیات

سورہ فرقان کے آخر میں عبادُ الرحمٰن کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں، عبادُ الرحمٰن کی بارہ خصوصیات بیان کی گئی ہیں: آیئے دیکھتے ہیں کہ بندۂ خدا ہونے کے کیا معنی ہیں؟

﴿وَ عِبادُ الرَّحْمنِ الَّذينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْناً وَ إِذا خاطَبَهُمُ الْجاهِلُونَ قالُوا سَلاماً * وَ الَّذينَ يَبيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّداً وَ قِياماً﴾ [2] خدا کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر تکبر کے ساتھ نہیں چلتے، جاہلوں کی باتوں کو خاطر میں نہیں لاتے اور ان سے بے اعتنائی برتے ہوئے کہتے ہیں تم پر سلامتی ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو راتوں میں سجدہ ریز رہتے ہیں اور خدا کی عبادت کے ذیل میں قیام کرتے ہیں۔

بندۂ خدا ہونا یعنی انسانِ کامل ہونا اور یہ بہت ہی اہم ہے۔ اس بنا پر عالمِ ہستی اپنی تمام تر عظمت کے ساتھ اس لیے ہے کہ محبوبِ کبریا یعنی بندۂ خدا، (جو کہ) انسان کامل (ہے) کی پرورش کرے۔ یہ سب خدا کے ہم پر

---

[1] الخصال: ج۲، ص ۴۲۰؛ بحار الانوار: ج ۹۱، ص ۹۴.

[2] فرقان: ۶۳ و ۶۴.

Presented by Ziaraat.Com

الطاف ہیں۔ ہم خدا سے کسی چیز کے طلبگار نہیں ہو سکتے بلکہ ہم تو ابتداء سے انتہاء تک قرضدار ہیں۔ یہ ہدفِ خلقت کی جانب ایک اشارہ تھا اور اب ہم ہدفِ بعثتِ انبیاء کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔

انبیاء کی بعثت کے دہگانہ اہداف

انبیاء کس لیے مبعوث کیے گئے؟ اس کے جواب میں کہا جائے گا: انبیاء اس لیے مبعوث کیے گئے تاکہ اسی مسئلۂ ہدفِ خلقت کی تکمیل کریں، یعنی عالمِ شریعت، عالمِ خلقت کا تکمیل کنندہ ہے، تشریع و تکوین دونوں ہی ایک دوسرے کو تکمیل بخشنے والے ہیں۔ قرآن میں انبیاء، بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے دس اہداف بیان کیے گئے ہیں جن میں سے بعض مقدمہ ہیں، بعض ذی المقدمہ ہیں اور بعض حد وسط ہیں؛ یعنی سارے ایک ہی درجے کے نہیں۔ مثلاً انبیاء کے اہداف میں سے ایک تعلیم دینا ہے یعنی: انسانوں کو جہل (کی تاریکی) سے تعلیم (کی روشنی) کی طرف لانا۔ ﴿هُوَ الَّذي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آياتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتابَ وَ الْحِكْمَةَ﴾[1] آیات خدا کی تلاوت کرنا اور تعلیم کتاب و حکمت، کو انبیاء کے ہدف کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔ مذکورہ مسئلہ پر قرآن کی چند آیات میں تاکید کی گئی ہے۔[2]

لیکن کیا یہ نہایتِ ہدف ہے؟ نہیں، علم و آگاہی تو عمل کے لیے مقدمہ ہیں، انبیاء اس لیے آئے تاکہ انسان کو علم و آگاہی بخشیں تاکہ یہ عمل کے لیے مقدمہ قرار پائیں۔ اگر میں تمام علوم طب سیکھ لوں، اور وہ سب کچھ بھی جان لوں جو طول تاریخ میں طبیبوں نے صحت و درمان کے حوالے سے بیان کیا ہے لیکن (اس پر) عمل نہ کروں تو کیا میری کسی چھوٹی سے بیماری کا بھی علاج متوقع ہے؟ سو (ہم کہتے ہیں کہ) تعلیم عمل کے لیے مقدمہ ہے۔

---

[1] جمعہ: ۲.

[2] بقرہ: ۱۲۹ و ۱۵۱؛ آلعمران: ۱۶۴.

Presented by Ziaraat.Com

انبیاء کا ہدف آزادی بشر ہے

انبیاء کے دوسرے اہداف میں سے ایک انسان کو آزادی بخشنا ہے۔ قرآن رسول گرامی اسلام ﷺ کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ يَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَ الْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ [۱] پیغمبر اسلام آئے تا کہ انساں کے کندھوں سے بار سنگین اتار پھینکیں، طوق و زنجیریں توڑ ڈالیں اور لوگوں کو آزادی سے روشناس کروائیں۔ پس آزادی (بخشنا) انبیاء کے اہداف میں سے ہے۔ انبیاء تشریف لائے تا کہ وہ استعمار، خرافات، ہوائے نفس، شیطان، غلط رسوم ورواج کی تقلید اور فحش و فحشاء کی زنجیروں کو توڑ ڈالیں؛ لیکن کیا انسان کی آزادی انبیاء کا ہدف نہائی ہے؟ نہ بلکہ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ یہ آزاد ہو تا کہ حرکت کر سکے۔

اس بنا پر بعثت کے ان دس اہداف میں [۲] سے آخری و نہائی ہدف کون سا ہے؟ ہدف نہائی وہی ہے جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے: ﴿وَ يُزَكِّيهِمْ﴾ [۳] پیغمبر اس لیے آئے تا کہ انسانوں کو پاک کریں، آلودگیوں کو برطرف کریں، انسان کو کمال تک پہنچائیں، ہم پھر اسی ہدف تک جا پہنچے (جسے قرآن نے کہا تھا): ﴿لِيَعْبُدُونِ﴾ [۴] انسان کا ہدفِ خلقت، بندگانِ خدا کی پرورش اور انسان کامل بنانا ہے۔ انبیاء کی بعثت کا مقصد و ہدف بھی یہی ہے: إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ [۵] میں مبعوث کیا گیا ہوں تا کہ لوگوں کے مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔

ہدفِ زیارت

ہم نے ایک مختصر سے جملے میں انسان کی خلقت کا ہدف جان لیا اسی طرح ایک مختصر سے جملے میں نتیجہ

---

[۱] اعراف: ۱۵۷.

[۲] ممکن ہے کہ زیادہ تحقیق کے بعد اس سے بھی زیادہ اہداف سامنے آئیں۔

[۳] جمعہ: ۲؛ بقرہ: ۱۲۹ و ۱۵۱؛ آل عمران: ۱۶۴.

[۴] ذاریات: ۵۶.

[۵] بحار الانوار: ج ۱۶، ص ۲۱۰.

Presented by Ziaraat.Com

نکالیں گے اور دیکھیں گے کہ زیارت کا کیا ہدف ہے؟

زیارت بھی اس راستے سے متعلق ہے یعنی زیارت بھی درسِ تربیت ہے، زیارت ہمارے وجود کی آلودگیوں کو دھونا چاہتی ہے۔ زیارت چاہتی ہے کہ ہمیں چاہ ذلت سے نکال کر اوج عزت سے ہمکنار کرے۔ زیارتِ واقعی یہ ہے کہ میں جس وقت قبر امام علی بن موسی الرضاؑ پر حاضر ہونے کے بعد واپس پلٹوں تو اپنے اندر ایک تازہ نوارانیت و روحانیت محسوس کروں، محسوس کروں کہ میرے گناہوں کا بار سبک ہو چلا ہے، محسوس کروں کہ امام رضاؑ کی قبر سے حاصل ہونے والی نورانیت ایک ماہ دو ماہ یا ایک سال دو سال میرے وجود میں گھر کیے رہی، البتہ یہ امر زیارت کے عمق پر منحصر ہے۔

زیارت کا ہدف تربیت ہے، یہ تمام سلسلے، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا آنا، قرآن، نہج البلاغہ، صحیفہ سجادیہ اور زیارات انسان کی تربیت کے لیے ہیں، اگر یہ سلسلے انسان کی تربیت نہ کر سکیں تو مفہوم سے خالی ہو جائیں گے اور اس حدیث کے مصداق قرار پائیں گے کہ : رُبَّ تَالِ الْقُرْآنِ وَ الْقُرْآنُ يَلْعَنُهُ[1] کچھ ایسے بھی ہیں کہ وہ قرآن پڑھ رہے ہوتے ہیں پر قرآن کی آیت آیت ان پر لعنت کر رہی ہوتی ہے۔ خانہ خداحج کے لیے جاتا ہے، وہاں سے واپس لوٹتا ہے مگر اس کی ساری داستانیں، سارے بیان یہ ہوتے ہیں کہ وہاں مختلف پھلوں کی کیا قیمتیں تھیں، سوغات میں لایا سامان کیسا تھا، وہ سامان جو حجاج کے وسائل کے وزن کو بڑھا دیتا ہے، بلادِ کفر کی مصنوعات، اس کی ساری باتوں کا محور یہی ہے، کیا تو خانہ خدا کی زیارت کے بجائے ان پھلوں، صنعتی وسائل اور سامان کی زیارت کے لیے گیا تھا؟! تو آخر یہ بیان کیوں نہیں کرتا کہ جب کعبے پر تیری پہلی نظر پڑی تو تیری کیا حالت تھی؟ پہلے طواف کعبہ میں کیا حالت تھی؟ جب میدان عرفات میں خیموں کے نیچے دعائے عرفہ امام حسینؑ پڑھ رہا تھا تو تجھ پر کیا حالت طاری تھی؟ شب مشعر کیا حال تھا؟

---

[1] بحار الانوار: ج ۸۹، ص ۱۸۴.

Presented by Ziaraat.Com

روایات میں آیا ہے کہ جو کوئی بھی خانہ خدا کی زیارت کر کے لوٹتا ہے ایسا ہے جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے متولد ہوا ہو۔[1] کیا تجھے حج سے واپسی پر یہ احساس ہوا کہ تو دوسری بار متولد ہوا ہے؟ تازہ دم انسان ہو گیا ہے؟ اگر تو یہ احساس کرتا ہے تو تیرا حج حج ہے ورنہ نہیں۔ (اصلی) حج تو وہ ہے جو انسان کی تربیت کرے، جب تک انسان حج پر نہ جائے نہیں جان پاتا کہ حج کیا ہے؟ قوی سے قوی لکھنے والے اور توانا سے توانا خطیب کے لیے کنارِ خانہ خدا، عرفات اور مشعر و منیٰ میں کیے جانے والے اس احساس کو بیان کرنا محال ہے جو انسان میں پیدا ہوتا ہے، مگر یہ کہ (وہ اسے خود) لمس کرے، دیکھے اور محسوس کرے۔

چار لائحہ عمل مگر ہدف ایک۔۔!

ہمارے پاس چار قسم کے لائحہ عمل موجود ہیں: ۱۔ قرآن. ۲۔ نہج البلاغہ اور روایاتِ معصومینؑ. ۳۔ دعائیں مانند صحیفۂ سجادیہ. ۴۔ زیارات؛ جیسے زیارت عاشورا، زیارت امین اللہ، زیارت جامعہ کبیرہ۔ یہ چاروں سلسلے ایک ہی ہدف کی طرف حرکت کرتے ہیں لیکن چار مختلف پہلوؤں کے ساتھ۔ قرآن خدا کی جانب سے نازل ہوا ہے۔ دعائیں قرآنِ صاعد ہیں، خدا کی طرف جاتی ہیں، نہج البلاغہ خطبوں، خطوط اور کلمات قصار کے لباس میں وہی مفہومِ قرآن ہے، زیارت نامے بھی وہی قرآن، نہج البلاغہ اور صحیفہ سجادیہ کا مفہوم ہیں لیکن زیارت کے قالب میں۔ یہ چار راہیں ہیں لیکن یہ چاروں ایک ہی ہدف کی طرف حرکت کرتی ہیں جو تربیت انسان، تہذیب نفس اور قرب الی اللہ ہے۔ مطلب کے روشن کرنے کے لیے میں زیارات میں سے چند نمونے ذکر کرتا ہوں، دیکھیے زیارات ہمیں کن مسائل کی تلقین کرتی ہیں۔

جب ہم زیارت امام حسینؑ کے لیے جاتے ہیں، جس میں بعض روایات کے مطابق اٹھنے والا ہر قدم حج و عمرے کا ثواب رکھتا ہے، یعنی اگر چاہتے ہو کہ وقعت و ارزش پا جاؤ تو آؤ اور ایسے بن جاؤ۔ ہم زیارت امام حسینؑ میں کہتے ہیں: أَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ أَقَمْتَ الصَّلَاةَ وَ آتَيْتَ الزَّكَاةَ وَ أَمَرْتَ بِالْمَعْرُوفِ وَ نَهَيْتَ عَنِ الْمُنْكَرِ

[1] وسائل الشیعہ: ج۸، ص۵.

Presented by Ziaraat.Com

یعنی آپ چار قیمتی وجودی خصوصیات کے حامل ہیں:

أ. آپ نے نماز قائم کی، فقط پڑھی نہیں، بلکہ نماز بپا کی، آپ نے نماز زندہ کی۔

ب. زکات دی، اس کلمے کے وسیع معنی میں لِكُلِّ شَيْءٍ زَكَاةٌ [1] ہر چیز کے لیے زکات ہے، اور آپ نے اپنی تمام ہستی پر زکات دی ہے۔

ج. امر بالمعروف کیا، نیکیوں کی طرف دعوت دی۔

د. نہی از منکر کیا۔

یہ امام حسینؑ کے وجود کی ارزش ہے جس کی خاطر ہم آپ کی زیارت کے لیے آئے ہیں، میں ایک ایسے امام کی زیارت کے لیے آیا ہوں جو ان وقعتوں اور ارزشوں (اور ان جیسی کئی اور اشیاء) کا حامل ہے۔ کیا میں اس کی طرف نہ جاؤں؟ کیا میں نماز قائم نہ کروں، زکات ادا نہ کروں، امر بالمعروف و نہی از منکر نہ کروں؟ اگر میں (یہ) نہیں کرتا تو پھر میں جھوٹ بول رہا ہوں، یہ زیارت نہیں ہے، اگر یہ (میرے امام) کے وجود کی ارزشیں ہیں تو پھر یہ مجھ میں کیسے موجود نہیں؟

امین اللہ پر سلام

زیارت امین اللہ جو معصومینؑ کی بہت اہم زیارات میں سے ایک ہے، کہاں سے شروع ہوتی ہے؟ ہم اس کے پہلا ہی جملے میں کہتے ہیں: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِينَ اللّٰهِ فِي أَرْضِهِ آپ پر سلام ہو تمام زمین میں اے خدا کے امین، اگر امین اللہ ہونا اچھی بات ہے تو پھر تو امانتدار کیوں نہیں ہے؟! اگر واقعی زیارت کر رہا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی انسان کے وجود کی اہم ترین ارزش جسے ہم نے امام معصومین کی اولین صفت قرار دیا ہے مسئلہ امانت ہے، یہ ایک درس تربیت ہے کہ میں امانت داری کی جانب حرکت کروں۔

---

[1] الکافی: ج۴، ص ۶۲؛ بحار الانوار: ج ۲، ص ۲۵.

Presented by Ziaraat.Com

أَشْهَدُ أَنَّكَ جَاهَدْتَ فِي اللهِ حَقَّ جِهادِهِ [1] میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے حق جہاد ادا کر دیا یعنی آپ نے نہ فقط یہ کہ جہاد کیا بلکہ آپ جہاد کے آخری درجے پر فائز ہیں، جہاد بانفس، جہاد بادشمن، طریق علم میں جہاد، جان و مال کے ساتھ جہاد، جہاد کی تمام اقسام اس کلمے میں جمع ہیں یعنی امام کے مقام کی ارزش یہ ہے، لیکن اگر میں جہاد کی جانب قدم نہ بڑھاؤں، نہ جہاد بانفس، نہ جہاد بادشمن، نہ علمی جہاد نہ عملی جہاد، تو کیا میں زائر ہوں؟ یہ زیارت جھوٹ ہے، حقیقت نہیں۔

وَ اتَّبَعْتَ سُنَنَ نَبِيِّه اے امام معصوم آپ کا افتخار یہ ہے کہ آپ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع تھے۔امام تو تابع ہو مگر میں جو اس امام کا زائر ہوں کسی بھی سنت کا تابع نہ ہوں، کیا یہ قابل قبول ہے؟ یہ وہ مطلب ہے جو ہم کہتے ہیں کہ زیارات انسان کی تربیت کرتی ہیں، زیارت قرآن، نہج البلاغہ اور دعا کا کام انجام دیتی ہے، یہ سب امور تربیت کے ذمہ دار ہیں۔

زیارت کے تین ہدف

زیارت کے تین عظیم اہداف ہیں:

پہلا: الٰہی اور دینی معارف کی تعلیم

یعنی خدا کی معرفت کروانا، آپ دیکھیے کہ زیارت نامے خدا اور اس کے اوصاف کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔اور ایسے ہی معرفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور معرفت مقام ولایت (کے بارے میں بھی)؛اسی زیارت جامعہ کبیرہ کے آغاز میں موجود پہلے پانچ سلام میں سے ہر ایک میں آئمہ معصومین علیہم السلام کے مقامات میں سے کچھ مقام بیان کیے گئے ہیں؛ ان میں امام کی ساٹھ صفات بیان ہوئی ہیں، یعنی مقام ولایت کو ساٹھ صفات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔اس بنا پر زیارت مقام ولایت کا تعارف کروانا ہے، لیکن کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ ہم

---

[1] کامل الزیارات: ص۳۹.

Presented by Ziaraat.Com

زیارت تو پڑھ رہے ہوتے ہیں لیکن اس کے مطالب و مفاہیم کی جانب ہماری کوئی توجہ نہیں ہوتی، ایسی صورت میں قطعاًان زیارات میں معرفت خدااور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و مقام ولایت کا تعلیمی اثر باقی نہیں رہتا۔

دوسرا: اہمیتوں کا بیان

زیارات یہ بیان کرتی ہیں کہ اسلام کی نظر میں کون سی چیزیں اہمیت رکھتی ہیں، نمونے کے طور پر زیارت جامعہ کے ان جملوں پر توجہ فرمائیں: السَّلَامُ عَلَى الدُّعَاةِ إِلَى اللهِ؛ سلام ہو خدا کی جانب دعوت دینے والوں پر، معلوم ہوا دعوت الی اللہ بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ وَ الْأَدِلَّاءِ عَلَى مَرْضَاةِ اللهِ؛ سلام ہو ان پر جو انسانی معاشرے کی خدا کی رضایت کی جانب رہنمائی کرتے ہیں۔ وَ الْمُسْتَقِرِّينَ فِي أَمْرِ اللهِ؛ سلام ہو ان پر جو امر الہی میں مستقر ہیں، آپ حضرات وہ ہیں جو اوامر الہی کی انجام دہی میں باوفا تھے، نہ یہ کہ انسان ایک دن خدا کی جانب حرکت کرے اور دوسرے دن غرق بحر معاصی دکھائی دے۔ وَ التَّامِّينَ فِي مَحَبَّةِ اللهِ؛ آپ خدا کی محبت میں کامل تھے، یعنی خدا کی محبت میں کامل ہونا ایک خاص اہمیت کا حامل ہے اور ہم اسی کی خاطر امام معصوم کی زیارت کرتے ہیں۔ وَ الْمُخْلِصِينَ فِي تَوْحِيدِ اللهِ؛ آپ کی توحید ہر قسم کے شرک سے خالص تھی، یعنی خالص توحید کا حامل ہونا اہمیت کا حامل ہے۔ وَ الْمُظْهِرِينَ لِأَمْرِ اللهِ وَ نَهْيِهِ؛ آپ نے اوامر و نواہی الہی کا اظہار کیا۔ وَ عِبَادِهِ الْمُكْرَمِينَ؛ آپ خدا کے بندے ہیں، آپ کا افتخار خدا کی بندگی میں ہے۔ الَّذِينَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ؛ آپ نے خدا کے حکم سے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا اور نہ ایک قدم پیچھے ہٹے، بلکہ آپ تو حکم خدا کے سامنے سر تسلیم خم تھے۔ الہی و اسلامی اقدار اور شیعہ عقائد یہ ہیں، جب ہم امام کی ان اقدار کے ساتھ مدح کر رہے ہوتے ہیں، اس وقت ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کون سی چیزیں اہمیت رکھتی ہیں اور کون سی نہیں رکھتیں۔

اقدار کے بیان میں ایک اور نمونہ

ہمارے پاس دو زیارات وارثہ ہیں، ایک امام حسینؑ سے مربوط ہے اور دوسری امام علی بن موسی الرضاؑ

Presented by Ziaraat.Com

سے، اس فرق کے ساتھ کہ امام حسینؑ کی زیارت وارثہ میں چھ انبیاء کے اسماء ذکر ہوئے ہیں: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ آدَمَ صَفْوَةِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ نُوحٍ نَبِيِّ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ مُوسَى كَلِيمِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ عِيسَى رُوحِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ مُحَمَّدٍ حَبِيبِ اللّٰهِ ؛اس زیارت میں اولوالعزم انبیاء کے ساتھ جناب آدم اور آئمہ میں سے فقط امیر المومنینؑ کا نام موجود ہے۔

جبکہ امام رضاؑ کی زیارت وارثہ میں سات انبیاء کے نام ذکر ہوئے ہیں، یعنی اولوالعزم انبیاء کے علاوہ آدم اور اسماعیلؑ کا اور اس کے علاوہ آئمہ معصومینؑ میں سے سات آئمہ یعنی امیر المومنینؑ سے لے کر امام موسی کاظمؑ تک کے اسمائے مبارکہ وارد ہوئے ہیں اور ان میں جناب زہراؑ کا نام بھی شامل ہے جس کے بعد کل ناموں کی تعداد پندرہ ہو جاتی ہے۔ بہر حال ہم زیارت وارثہ میں کہتے ہیں کہ سلام ہو آپ پر کہ آپ آدم کے وارث ہیں، نوح نبی اللہ کے وارث ہیں، ابراہیم خلیل اللہ کے وارث ہیں، موسی کلیم اللہ کے وارث ہیں، عیسی روح اللہ کے وارث ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث ہیں، امیر المومنینؑ علی کے وارث ہیں یا امام رضاؑ کی زیارت وارثہ میں اضافہ کرتے ہیں کہ آپ اسماعیل ذبیح اللہ کے وارث ہیں، وارث زہراؑ ہیں، وارث حسنؑ و حسینؑ تا وارث موسی بن جعفر ہیں، یہ تمام کے تمام وہ مسائل ہیں جو اہمیت کے حامل ہیں اور زیارت ناموں کے اہم حصے ان سے تشکیل پاتے ہیں۔

کون سا ارث تقسیم ہوا؟!

سوال: امام حسینؑ اور امام رضاؑ انبیاء اور آئمہ معصومینؑ کی کن چیزوں کے وارث ہوئے؟ کیا انبیاء اور اولیائے الہی کے پاس کوئی مال و متاع تھا جو انہوں نے بطور ترکہ چھوڑا؟ کیا ان کی جسمانی صفات منتقل ہوئی ہیں؟ کیا ان کے پاس ظاہری مقام و عہدے تھے جو امام حسین وامام رضا علیہما السلام کو ارث میں ملے؟ نہیں ایسا کچھ بھی نہیں؛ تو پھر امام حسینؑ وامام رضاؑ کس چیز کے وارث ہیں؟ یہ انبیاء کے مفاخر کے وارث ہیں، یعنی یہ ان

Presented by Ziaraat.Com

کے علم، تقویٰ، شہامت، شجاعت اور زھد کے وارث ہیں، یہ خلق پر ان کے مقام رہبری کے وارث ہیں، یہ ان کی تمام انسانی صفات کے وارث ہیں۔

جو کوئی بھی زیارت نامے پڑھے وہ جان سکتا ہے کہ اسلامی اقدار واہمتیں کیا ہیں؟ وہ چیزیں جو پیغمبر سے امام اور ایک امام سے دوسرے امام تک بطور ارث منتقل ہوتی تھیں وہ کیا ہیں؟ یہ وہی علوم و معارف، زہد و تقویٰ، انسانی صفات اور نفسانی ملکات و فضائل ہیں، یہ مقام ہدایت خلق اور ولایت امر ہے (جو انبیاء اور آئمہ کے پاس تھا)۔ یہ وہی چیز ہے جسے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے: إِنَّ الْعُلَمَاءَ لَوَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَاراً وَلَا دِرْهَماً إِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَ شَيْئاً مِنْهَا فَقَدْ أَخَذَ حَظّاً وَافِراً[1] علماء انبیاء کے وارث ہیں، انبیاء وراثت میں درہم و دینار نہیں چھوڑتے، بلکہ مقامِ انبیاء تو مقام علم ہے، ان کا افتخار ان کی صفات ہیں، پس جو بھی انبیاء کے ان علوم سے استفادہ کرے وہ وارثِ انبیاء ہے پس علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

تیسرا: تلقینات

زیارات میں موجود تیسری چیز تلقینات کا ایک سلسلہ ہے، روایات ہمیں تلقین کرتی ہیں کہ ہم اس طرح کے ہوں، آپ کی روحیات، آپ کے افکار، آپ کی خواہشات وحاجات ایسی ہونی چاہیں، ان تلقینات کو اپنے وجود پر لاگو کرنا ضروری ہے۔ ہم امام رضاؑ کی زیارت معروفہ میں پڑھتے ہیں: يَا مَوْلَايَ أَتَيْتُكَ زَائِراً وَافِداً عَائِذاً مِمَّا جَنَيْتُ عَلَى نَفْسِي وَ احْتَطَبْتُ عَلَى ظَهْرِي[2] اے میرے مولا، میں آپ کی محضر میں زائر بن کر آیا ہوں، میں مہمان ہوں؛ میرا کام کیا ہے؟ میں پناہ لینے آیا ہوں ان مظالم کے سلسلے میں جو میں نے خود اپنے اوپر کیے ہیں، میرے گناہ خود میرے نفس پر ظلم ہیں، میرے گناہوں کے بوجھ نے میری کمر توڑ دی ہے اور میں اس بارِ گناہ کو اٹھائے جہنم کی طرف جارہا ہوں؛ یہ تعبیر کس قدر سبق آموز ہے؟ یہ کیا تلقین کرتی

---

[1] بصائر الدرجات: ج۱، ص۳؛ بحار الانوا: ج۱، ص۱۶۴.

[2] زاد المعاد: ص۵۴۶.

Presented by Ziaraat.Com

ہے؟اولاً: میں آیاہوں اور مہمان ہوں،ثانیاً: میرا کام کیا ہے؟ میں آیاہوں تاکہ گناہوں سے آپ (کے دامن) میں پناہ لے سکوں، کون سے گناہ؟ وہ گناہ جن کا پہلا نقصان ہی خود میری اپنی ذات کو ہے؛ خدا کو نقصان نہیں، اگر تمام کائنات بھی کافر ہو جائے تو دامن کبریائی پر کوئی داغ نہیں آئے گا، میں نے گناہوں کے بار سے اپنی کمر سنگین کرلی ہے، میرے گناہ وہ ایندھن ہے جو میں خود ہی اپنے کندھوں پر لادے جہنم کی طرف لے جا رہاہوں۔

جب انسان ان جملوں میں دقت کرتا ہے تو متوجہ ہو جاتا ہے کہ یہ زیارت کتنا عمیق پیغام رکھتی ہے، زائر کو کیا چیز تلقین کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم نے کہا: زیارات کا ایک سوم زائر کو تلقین کرنے پر مبنی ہے، تاکہ زائر کی تربیت ہو، زیارت جامعہ میں ہم پڑھتے ہیں: خَلَقَكُمُ اللهُ أَنْوَاراً فَجَعَلَكُمْ بِعَرْشِهِ مُحْدِقِينَ حَتَّى مَنَّ عَلَيْنَا بِكُمْ فَجَعَلَكُمْ فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَجَعَلَ صَلَوَاتِنَا عَلَيْكُمْ وَمَا خَصَّنَا بِهِ مِنْ وَلَايَتِكُمْ طِيباً لِخَلْقِنَا وَطَهَارَةً لِأَنْفُسِنَا وَتَزْكِيَةً لَنَا وَكَفَّارَةً لِذُنُوبِنَا۔ خدانے آپ کا نور خلق کیا، آپ عرش الہی کے گرد تھے یہاں تک کہ اس نے ہم پر احسان کیااور ان انوار طیّبہ کو عالمِ مادہ میں جسمانی قالب میں بھیجا۔

زیارت کے چار فائدے

اور یہ جو ہم آپ کی خدمت میں آتے ہیں، سلام کرتے ہیں، صلوات و درود بھیجتے ہیں، اس کے چار فائدے ہیں:

- طِيباً لِخَلْقِنَا؛ یہ ہمارے اخلاق کو پاکیزہ کرتا ہے۔
- طَهَارَةً لِأَنْفُسِنَا؛ یہ ہمارے نفوس پر بیٹھی آلودگیوں کو پاک کرتا ہے۔
- تَزْكِيَةً لَنَا؛ یہ ہمارا تزکیہ نفس کرتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

➢ كَفَّارَةً لِذُنُوبِنَا؛ اس سے ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔[1]

یہ درود و سلام جو ہم آپ پر بھیجتے اور آپ کی قبر پر نثار کرتے ہیں، یہ ہمارا زیارت کرنا تقویٰ اور پاکیزگی کا باعث بنتا ہے، ہمارے نفوس کی تربیت کا باعث بنتا ہے، ہمارے گناہوں کی بخشش کا باعث بنتا ہے؛ یعنی اے علی بن موسی الرضاؑ ہم آپ کی زیارت پر آکر (نعوذ باللہ) آپ پر کوئی احسان نہیں کر رہے بلکہ اصل میں تو آپ ہیں جو ہم پر احسان فرما رہے ہیں۔

طلبگار یا مقروض؟

لوگوں کے دو گروہ ہیں، ایک عبادت کرتا ہے اور خود کو بارگاہ خدا میں طلبگار سمجھتا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہماری عبادت بھی ہمیں خدا کی بارگاہ میں مقروض بنا دیتی ہے، قرآن کہتا ہے: ﴿يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ﴾[2] بعض لوگ احسان جتاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہو گئے، سمجھتے ہیں کہ وہ رسول سے کسی چیز کے طلبگار ہیں، اے رسول! انہیں کہہ دو کہ اپنے مسلمان ہونے پر احسان نہ جتلاؤ، بلکہ اصل میں تو خدا نے تم پر احسان کیا ہے کہ تمہیں ایمان کی جانب ہدایت سے نوازا۔

یہ مت کہو کہ امام علی بن موسی الرضاؑ کی خدمت میں مشرف ہوئے، زیارت پڑھی، ایک دو گھنٹے حرم میں گزارے تو اس بنا پر ہم کسی چیز کے طلبگار بن گئے؛ اور اگر امام رضاؑ ان اعمال کے بدلے ہمیں ہمارے مطلوبات سے نہ نوازیں تو انہوں نے ہم پر ظلم کیا ہے! نہیں، جب بھی ہم زیارت پر جائیں تو ہمیں سر تا پا خدا کا احسان مند اور شاکر ہونا چاہیے، ہم بعض حرم ہائے معصومینؑ میں داخلے کے وقت یہ اذن دخول پڑھتے ہیں:

---

[1] طهارة الانفسنا اور تزكية لنا کہ دونوں کے ہی معنی پاک کرنے کے ہیں تو پھر ان میں فرق کیا ہوا؟ اس میں احتمال ہے کہ ایک اخلاق کی طرف اشارہ ہو اور دوسرا اعمال کی طرف، طہارت نفوس یعنی (ہمارا آپ کے پاس آنا) ہمارے اخلاق کو پاک کرتا ہے اور تزکیہ نفوس یعنی ہمارے اعمال کو پاک کرتا ہے۔

[2] حجرات: ۱۷.

Presented by Ziaraat.Com

الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَا أَنْ هَدَانَا اللّٰهُ. یہ وہ کلام ہے جو بہشتی افراد جنت میں داخلے کے وقت پڑھ رہے ہونگے، اور ہم اسے حرم امام حسینؑ میں داخل ہوتے وقت پڑھتے ہیں۔ ان حرم ہائے مقدسہ کا نام روضہ ہے، روضہ یعنی باغ بہشت، اگر میں بہشت میں وارد ہو جاؤں تو کیا مجھے خدا سے کسی چیز کا طلبگار ہونا چاہیے یا اس کا ممنون و شاکر رہنا چاہیے؟

زیارات کی دوسری تلقینات کی جانب توجہ کیجیے: ہم زیارت جامعہ کبیرہ میں پڑھتے ہیں: اے معصومؑ ہم خدا سے چاہتے ہیں کہ وَجَعَلَنِي مِنْ خِيَارِ مَوَالِيكُمْ؛ وہ ہمیں آپ کے بہترین شیعوں میں سے قرار دے، یعنی ہم تلقین کرتے ہیں کہ کوشش کریں امام کے بہترین دوستوں میں شمار ہوں۔ التَّابِعِينَ لِمَا دَعَوْتُمْ إِلَيْهِ؛ خدا ہمیں اپ کی دعوت کے تابعین میں سے شمار کرے، یعنی ہم کوشش کریں کہ تابع امام معصومؑ ہو جائیں۔ وَ جَعَلَنِي مِمَّنْ يَقْتَصُّ آثَارَكُمْ؛ ہم خدا سے چاہتے ہیں کہ علی ابن موسی الرضاؑ کی قبر کے جوار میں ہمیں ان افراد میں سے قرار دے جو ہمیشہ آپ کے آثار حاصل کرنے کی جستجو میں رہتے ہیں۔[1] وَيَسْلُكُ سَبِيلَكُمْ وَيَهْتَدِي بِهُدَاكُمْ؛ خدا مجھے ان افراد میں سے قرار دے جنہوں نے آپ کی راہ طے کی اور آپ کی ہدایت سے راہنمائی حاصل کی۔

زیارت وارثہ میں ہم پڑھتے ہیں: فیالیتني کنت معھم فأفوز فوزاً عظیما اے کاش کہ ہم روز عاشورا ہوتے، ہم دل میں یہ آرزو کرتے ہیں کہ کاش ہم روز عاشورا امام حسینؑ کی خدمت میں ہوتے، زیارت نامے یہ تلقین کرتے ہیں کہ یہ آرزوئیں اپنے دل میں لیے رہو، یہ آرزوئیں تم میں زندہ رہنی چاہیں۔

انسان اگر واقعاً ایک زیارت جامعہ کبیرہ یا ایک چھوٹی سی زیارت امین اللہ پڑھنے کے بعد ان مفاہیم و صفات کو (جنہیں) تین حصوں میں (بیان کیا گیا) اپنی ذات پر لاگو کرنا شروع کردے تو وہ کس حد تک بدل جائے گا؟

[1] یقتص مادہ قصّ سے ہے جس کے معنی پے در پے بال نوچنے کے ہیں. اگر انسان کسی کام کو مستمراً انجام دے تو اسے قصّ کہتے ہیں، قصہ بھی اسی باب سے ہے کیونکہ وہ ایک امر مستمر ہوتا ہے.

Presented by Ziaraat.Com

اخلاقی مسائل میں زیارت کے اثرات

اگر سالانہ آنے والے کروڑوں زائرین میں سے ایک بھی امام رضاؑ کی زیارت کے لیے نہ آئے تو امام کو کوئی کمی لاحق نہیں ہو گی، لیکن جو بھی آئے گا وہ کچھ نہ کچھ لے کر جائے گا، اگر امام رضاؑ کی قبر مطہر ہماری مملکت میں نہ ہوتی اور یہ تمام زوار طول سال میں نہ آتے، تو ہمارے لوگوں کی اخلاقی وضیعت ایسی نہ ہوتی جیسی ابھی ہے، ہم نہیں کہتے کہ ابھی جو حالت ہے وہ اچھی ہے، لیکن اس میں بہت فرق ہوتا۔ پھر یہ کہ یہاں جو آتا ہے توبہ، زیارت نائبی، تجدید معرفت اور (اپنے اندر) روحانیت کا احساس کرتا ہے۔ جنہوں نے وہابیوں کو یہ پاٹ پڑھایا کہ زیارت کے خلاف ہو جاؤ وہ سمجھ گئے تھے کہ اگر مسلمانوں کو اسلام سے دور کرنا چاہتے ہو تو ضروری ہے کہ زیارت کو شرک کہو، جب مسلمانوں کے درمیان زیارت کرنے کا سلسلہ ختم ہو جائے گا تو اسلام اور ان میں فاصلہ حائل ہو جائے گا، تربیتی مسائل بالائے طاق رکھ دیے جائینگے، فحشاء و مفاسد زیادہ ہو جائینگے۔ ہمارے پاس معتبر خبریں ہیں کہ وہابیت نے انگلستان کے دامن میں پرورش پائی اور آخر میں امریکہ کے ہاتھوں ان کے ہاتھ مضبوط ہوئے، آج بھی یہ انہیں کی طرف سے حمایت یافتہ ہیں، کیونکہ ان کے پاس اسلام کے خلاف ایک لائحہ عمل موجود ہے۔ اور یہ مسلمانوں کی میدان تربیت میں مخالفت کر رہے ہیں۔

شیرین وشفاف سمندر

اس امر کا ذکر بھی لازم ہے کہ امام علی بن موسی الرضاؑ ایک میٹھے اور صاف سمندر کی مانند ہیں، (آپ) آب حیات ہیں، وہ افراد جو اس سمندر کی تلاش میں نکلتے ہیں ان سب کا اپنا اپنا پیمانہ (ظرف) ہوتا ہے، وہ اپنے پیمانے کے مطابق ہی حاصل کر سکتے ہیں، بعض فقط ایک کوزے کے ساتھ جا کر اس میں پانی بھر لاتے ہیں، سمندر بخیل نہیں، ہمارا پیمانہ وجود چھوٹا ہے، کوئی جاتا ہے اور چلو بھر پانی لے آتا ہے، کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے وجود کے حوض کو اس سمندر سے متصل کر دیتے ہیں۔ یہ نہ کہو کہ امام علی بن موسی الرضاؑ کے ہوتے

Presented by Ziaraat.Com

ہوئے بھی ہم ایسے کیوں ہیں؟ وہ کامل ہیں لیکن میں جو ان کی زیارت کو جا رہا ہوں، مجھ میں بھی تو استعداد ہونی چاہیے۔ قرآن کہتا ہے: ﴿أَنْزَلَ مِنَ السَّماءِ ماءً فَسالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِها﴾[1] (آسمان سے نازل ہونے والی) بارش کے پانی میں محدودیت نہیں، لیکن یہ زمینیں ہیں جو اپنی استعداد و گنجائش کے مطابق آب باراں سے استفادہ کرتی ہیں، ہر وادی اور درّہ اپنی گنجائش کے مطابق (استفادہ کرتا ہے)۔ جب بارش ختم ہو جاتی ہے تو ایک پہاڑ کے شگاف سے ایک نالی کی صورت میں آب جاری ہوتا ہے لیکن بعض سے مثل فرات و دجلہ دریا یا نہریں جاری ہوتی ہیں، جب پانی جاری ہو جاتا ہے تو پھر یہ زمینیں اور وادیاں ہیں جن کی استعداد مختلف ہے ورنہ بارش کے پانی میں تو کوئی محدودیت نہیں۔

اس بنا پر جب قبر علی بن موسی الرضاؑ کی زیارت کو جاؤ تو ان تین نیتوں کے ساتھ جاؤ:

- معارف الٰہیہ کو کامل کرنا
- اسلامی اقدار سے آشنائی، کیا چیز اہمیت رکھتی ہے اور کون سی چیز اہمیت نہیں رکھتی، زیارت ناموں میں دشمنوں کی صفات بھی بیان ہوئی ہیں، زیارت عاشورا میں زیادہ تر اہمیتوں کی ضد بیان ہوئی ہیں، یعنی دشمنوں کی صفات.
- تلقینات.

میرا اعتقاد ہے کہ اگر ہم واقعاً یہ سمجھ جائیں کہ ان زیارات میں کیا پڑھتے ہیں، تو ایک ہی زیارت ہمیں بدلنے کے لیے کافی ہو گی، چہ جائے کہ ہم امام علی رضاؑ کی قبر پر دس دن زیارت کے لیے حاضر ہوں، وائے ہو ہم پر اگر یہ وقت گزر جائے، ہم واپس پلٹ جائیں اور دیکھیں کہ ہم تو وہی پہلے کی طرح ہی ہیں، نہ کوئی نورانیت، نہ کوئی روحانیت، نہ صفائی، نہ کوئی معنویت، نہ گناہوں کا بار سبک ہوا اور نہ ہی کوئی تربیت ہو پائی۔ یہ ایسے ہی ہے کہ ایک پیاسہ چشمے پر پہنچ کر بھی پیاسا ہی واپس لوٹ جائے، ایسے شخص کو تو اپنے اوپر نفرین کرنی چاہیے، (کیونکہ) چشمہ آب حیات میں کمی نہیں تھی۔

---

[1] رعد: ۱۷.

Presented by Ziaraat.Com

دوسری فصل

سندِ زیارتِ جامعہ کبیرہ

یہاں تک تو ہم نے اہدافِ زیارت پر بطورِ کلی بحث پیش کی؛ اب ہم زیارتِ جامعہ کبیرہ جو کہ نہایت ہی نورانی زیارت ہے کی از لحاظِ سند و قرآئن و شواہد تحقیق کریں گے۔

زیارت جامعہ کی تحقیق میں چار نکات کی جانب توجہ رکھنی چاہیے:

پہلا نکتہ:

مرحوم علامہ مجلسیؒ اس زیارت کے بارے میں ایک ایسا جملہ کہہ گئے ہیں کہ میرے عقیدے کے مطابق وہ تمام مطلب کا حق ادا کر گیا ہے۔[1] جب علامہ مجلسی اس زیارت پر پہنچتے ہیں تو اس کی مختصر شرح

---

[1] واقعاً علامہ مجلسیؒ گیا ہی عظیم محقق تھے، بعض وقت لوگ علامہ مجلسی کے بارے میں کلام کرتے ہیں، انہیں محدث کہتے ہیں، یعنی وہ فقط ناقل احادیث تھے، جبکہ وہ احادیث نقل کرنے کے علاوہ اپنے تمام معنی میں ایک محقق بھی تھے، ان کا مقام فقہی بھی مقام والا ہے، اپنی بحث خارج کے تناسب سے میں بحار کی وہ جلد دیکھ رہا تھا جو خمس سے مربوط تھی، علامہ مجلسی کی مسائل خمس میں اس قدر اعلیٰ تحقیقات ہیں کہ وہ ایک اعلیٰ (درجے) کے فقیہ تھے، وہ فقط ناقل احادیث نہیں تھے کہ جس نے ایک کتاب میں دوسری کتابوں سے فقط احادیث کو جمع کر دیا۔ ان کے علم کلام میں مقام سے آشنائی کے لیے ان کی شرح اصول کافی دیکھیے، بحار اور وہ شروح جو بحار پر لکھی ہیں ان میں علامہ کی بحث معاد دیکھیے۔ وہ علوم اسلامی میں اپنے تمام معنی میں ایک مکمل محقق تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

کرنے کے بعد آخر میں کہتے ہیں، میں نے کیوں اس زیارت کی اس قدر شرح کی، اگرچہ اس کا حق ادا نہیں کر سکا جبکہ دوسری زیارات کی اس طرح شرح نہیں کی؟ إنما بسطت الكلام في شرح تلك الزيارة قليلا و إن لم أستوف حقها حذرا من الإطالة لأنها أصح الزيارات سندا و أعمها موردا و أفصحها لفظا و أبلغها معنى و أعلاها شأنا.[۱]

فرماتے ہیں: کیونکہ اس زیارت میں چار امتیاز ہیں:

۱۔ تمام زیارتوں میں سند کے اعتبار سے یہ صحیح ترین زیارت ہے (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حتیٰ زیارت امین اللہ کہ جس کے متعلق تمام افراد کہتے ہیں کہ اس کی سند اعلیٰ ہے، سے بھی سند کے لحاظ سے یہ زیارت بالاتر ہے).

۲۔ اس کے مطالب باقی تمام زیارات کے مقابلے میں عمومی ہیں چونکہ اس سے تمام آئمہ معصومینؑ کی زیارت کی جاسکتی ہے۔

۳۔ الفاظ کے لحاظ سے تمام زیارات سے فصیح تر ہے، وہ جو ادبیاتِ عرب سے علاقہ رکھتے ہیں، جانتے ہیں کہ اس زیارت میں کس قدر فصاحت و بلاغت موجود ہے، چھوٹی چھوٹی عبارتوں میں کیا کیا عمیق معنی سموئے گئے ہیں۔

۴۔ شان و مقام کے اعتبار سے بھی یہ تمام زیارات سے بالاتر ہے۔

یہ علامہ مجلسی کا کلام ہے جو ہمیں اطمینان بخشتا ہے کہ یہ زیارت علماء کی جانی پہچانی زیارت ہے، انسان کو جب اطمینان حاصل ہو جائے تو وہ جو عمل بھی انجام دیتا ہے اس کی اساس و بنیاد مستحکم ہوتی ہے، اس کا اس عمل میں زیادہ دل لگتا ہے اور حضور قلب کی کیفیت نصیب ہوتی ہے۔

دوسرا نکتہ:

---

[۱] بحار الانوار: ج۹۹، ص۱۴۴.

Presented by Ziaraat.Com

جو اس زیارت کی سند کے بارے میں ذکر کیا جا سکتا ہے، وہ علماء کا اس زیارت کے بارے میں اہتمام ہے، جن زیارات کی متعدد شروح لکھی گئی ہیں، زیارت جامعہ ان میں سے ایک ہے۔ شاید ہی کوئی ایسی زیارت ملے جس پر زیارت جامعہ کی طرح مستقل کتابیں لکھی گئی ہوں۔ شیخ آقائے بزرگ طہرانیؒ نے اپنی کتاب الذریعہ میں اس کی شروح کی تعداد فراوان کا ذکر فرمایا ہے جو علمائے بزرگ نے تالیف فرمائی ہیں، اگر یہ زیارت سند کے لحاظ سے ضعیف ہوتی یا اپنے مطالب و مفاہیم کے اعتبار سے گری پڑی یا مشکوک ہوتی تو کیا علماء اس کے لیے اس قدر اہتمام کرتے؟ کیا یہ سارے اس پر اتنی سرمایہ گزاری کرتے؟ کیا یہ بات یقین کرنے کے قابل ہے؟ نہیں! اس بنا پر اس زیارت سے متعلق علماء کا اہتمام اور پھر اس کی متعدد شروح کا ان کی جانب سے صادر ہونا اس کی سند کی قوت پر ایک اور دلیل ہے، میں یہاں نمونے کی طور پر اس زیارت کی چند شروح کا ذکر کرتا ہوں:

- علامہ مجلسی کے والد کی شرح۔
- الشموس الطالعۃ فی شرح زیارۃ الجامعۃ، از سید حسین ہمدانی۔
- الاعلام اللامعۃ فی شرح زیارۃ الجامعۃ، از سید محمد طباطبائی بروجردی۔
- انوار اللامعۃ فی شرح زیارۃ الجامعۃ، از سید عبداللہ شبر۔

علماء کا اس زیارت کو اہمیت دینا اس کے یقینی ہونے پر دلیل ہے۔

تیسرا نکتہ:

تیسرا نکتہ جو اس کی سند کے بارے میں ذکر کیا جا سکتا ہے وہ ان روایات اور داستانوں سے متعلق ہے جن میں ان افراد کا ذکر ہے جو امام زمانہ کی خدمت میں شرفیاب ہوئے اور امام نے انہیں زیارت جامعہ پڑھنے کی تلقین فرمائی، (یا) ان افراد کی داستانیں جنہوں نے اس زیارت کے توسط سے نجات پائی، اس زیارت کے لیے ایک اور مؤید ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

چوتھا نکتہ:

زیارت جامعہ کی تائید میں چوتھا نکتہ یہ ہے کہ کبھی کبھار متن اور اس کے معنی سند کو تقویت دیتے ہیں، کیا ہم نہج البلاغہ اور صحیفہ سجادیہ کو یہ کہہ کر ایک طرف کر سکتے ہیں کہ یہ مرسل ہیں؟ البتہ صحیفہ سجادیہ تو مسندا نقل ہوا ہے مگر فرض کیجیے اگر یہ مرسل ہوتا، تو کیا یہ کہا جا سکتا تھا کہ کیونکہ یہ مرسل ہے اس لیے اسے ایک طرف کر دو۔ یا نہیں، ان کا متن اس قدر بالا و والا اور عمیق ہے کہ اس کا کسی غیرِ امامِ معصوم مغز سے صادر ہونا محال ہے، کیونکہ امام عالم وحی اور خدا کے بے پایاں علم سے ارتباط رکھتا ہے، یہ وہ محل ہے جہاں متن سند کو تقویت دیتا ہے، مرحوم شیخ انصاریؒ اپنی کتاب رسائل میں جب امام حسن عسکریؑ سے مروی حدیثِ تقلید پر پہنچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک شخص امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور کہتا ہے، خدا نے یہودیوں کی اپنے علماء کی تقلید کرنے کی بنا پر مذمت کی ہے، ہم بھی جو اپنے علماء کی تقلید کرتے ہیں، مورد مذمت قرار ٹھہریں گے، امام اس کے جواب میں فرماتے ہیں: تمہاری تقلید ان کی تقلید سے مختلف ہے، وہ اپنے علماء کو جانتے تھے کہ یہ اہل رشوت ہیں، حقائق میں تحریف کرنے والے ہیں، آلودہ ہیں، اور پھر بھی ان کی تقلید کرتے تھے، وہ در حقیقت فاسق افراد کی تقلید کرتے تھے، (اس لیے) خدا نے ان کی مذمت کی؛ مگر تم کس کی تقلید کرتے ہو؟ مَنْ کَانَ مِنَ الْفُقَهَاءِ صَائِناً لِنَفْسِهِ حَافِظاً لِدِينِهِ مُخَالِفاً عَلَى هَوَاه. اس عالم کی کہ جو مطیع خدا ہے، حافظ دین ہے، مخالف ہوائے نفسانی ہے۔[1]

مرحوم شیخ انصاریؒ فرماتے ہیں: اگرچہ اس حدیث کی سند مرسل ہے مگر اس کا متن اس کی سند کی تائید کرتا ہے، یعنی اس کا مضمون، اعلیٰ ہے جو غیر امام سے صادر نہیں ہو سکتا، خبر واحد کی حجیت کی بحث میں بھی ہم کہتے ہیں ضروری نہیں کہ اس کی سند موثق ہو، عمل اصحاب، عمل علماء اور متن و مضمونِ حدیث بھی کبھی حدیث کو تقویت دیتا ہے، میں نہیں بھول سکتا جب ایک دن آیت اللہ العظمی بروجردیؒ قم میں درسِ خارج

---

[1] بحار الانوار، ج ۲، ص ۸۸.

Presented by Ziaraat.Com

دیتے ہوئے نماز جمعہ کی بحث تک پہنچے، جتنے بھی مطالب اور اسناد ذکر کی ان میں سے ایک صحیفہ سجادیہ بھی تھا جو نماز جمعہ کی جانب اشارہ کرتا ہے، اور اس سے فقہی ابحاث میں استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

آیت اللہ العظمی بروجردیؒ علم الرجال میں نابغہ ہونے کے باوجود جب اس بحث پر پہنچے تو کہنے لگے: فرض کرو صحیفہ سجادیہ کی کوئی سند نہ ہوتی، تب بھی یہ مضمون اور متن اس بات کا بیان گر ہے کہ یہ فقط زبانِ معصوم سے جاری ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسی مسئلے سے زیارت جامعہ کے لیے استفادہ کروں، زیارت جامعہ کا مضمون ایسا ہے کہ کوئی عام انسان اسے گھڑ کر امام سے نسبت نہیں دے سکتا، اس کا متن معتبر ہے جو معصوم کے توانا ذہن سے ہی جاری ہو سکتا ہے، اس کا سرچشمہ ایسا دماغ ہی ہو سکتا ہے جو علم بے پایان خدا کے منبع سے متصل ہو۔ یہی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ سندِ زیارت جامعہ واقعاً دل کو گرما دینے والی ہے اور ہم جب بھی چاہیں اور جتنا چاہیں قبر معصوم کے جوار میں کھڑے ہو اس زیارت کو گرم دلی کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔

علامہ مجلسیؒ (اول) کی داستان

علامہ شبّر کاظمیؒ نے الانوار الامعۃ جو زیارت جامعہ کی شرح ہے کے مقدمے میں علامہ مجلسی (اول) سے ایک دلچسپ حکایت نقل کی ہے۔ اس غرض سے کہ ہم اس زیارت کے معصوم سے صدور پر مطمئن ہو جائیں، اس بات کو نقل کر رہے ہیں: علامہ مجلسی (اول) کہتے ہیں:

عراق میں ناامنی کا دور دورہ تھا اور کافی عرصے سے سامرہ کا راستہ بند تھا۔ کوئی وہاں کی زیارت سے مشرف نہیں ہو پاتا تھا۔ میں ان دنوں نجف میں مرقد امیر المومنینؑ کے پاس ایک رواق میں موجود تھا، عین اس حال میں مجھ پر حالت مکاشفہ طاری ہوئی اور میں نے اہم مسائل کشف کیے۔ مکاشفہ وہ حالت ہوتی ہے جس میں انسان کے دل اور حقائق کے درمیان سے پردے اٹھ جاتے ہیں اور وہ ان عوالم کا مشاہدہ کرتا ہے جو عام حالت میں قابل مشاہدہ نہیں ہوتے، اور اس تک ہر کسی کی دسترس بھی نہیں ہوتی۔ (لیکن کیونکہ مجلسی اول جانتے ہیں کہ مکاشفہ سب کے لیے قابل تفسیر نہیں اس لیے یوں کہتے ہیں: اگر چاہوں تو یوں کہوں کہ نیند و بیداری کی درمیانی حالت (یعنی نہ سویا ہوا تھا اور نہ ہی بیدار) ناگاہ میں نے دیکھا کہ میں سامرہ میں ہوں،

Presented by Ziaraat.Com

میں حرم میں داخل ہوا، اسی وقت میری نظر امام زمانہؑ کے وجود مقدس پر پڑی، آپ اپنے دادا اور والد امامین عسکریینؑ کی مرقدہائے مقدسہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، میں نے جیسے ہی حضرت کو دیکھا با آواز بلند زیارت جامعہ پڑھنا شروع کر دی جیسے منقبت پڑھنے والے پڑھتے ہیں، میں نے امام کے حضور میں تمام زیارت پڑھ ڈالی، جب اس کی تلاوت سے فارغ ہوا تو امام نے فرمایا: نعم الزیارۃ؛ کیا خوب زیارت ہے۔ میں نے عرض کی: یہ زیارت آپ کے دادا سے مروی ہے اور پھر امام نقیؑ کی قبر کی جانب اشارہ کیا؛ حضرت نے فرمایا: نعم ادخل؛ ہاں ایسا ہی ہے، اب داخل ہو جاؤ، میں داخل ہوا اور دروازے کے قریب جا کھڑا ہوا۔ حضرت نے فرمایا: نزدیک آجاؤ میں تھوڑا اور آگے بڑھا اس حالت میں کہ میرا بدن لرز رہا تھا اور میں ڈر رہا تھا: امام نے فرمایا: بیٹھ جاؤ، میں دوزانو بیٹھ گیا، فرمایا: آرام سے چارزانو بیٹھ جاؤ، پیدل و پابرہنہ آئے ہو، تھک گئے ہو گے۔

المختصر یہ کہ اس عالم میں میرے لیے (کئی) حقائق روشن ہوئے کہ جن میں سے کئی تو بھول گیا (مجلسی نہیں چاہتے تھے کہ اس سے زیادہ بیان کریں)۔ اس کے بعد میں اس حالت سے باہر آگیا، اور خود کو امیرالمومنینؑ کی قبر کے نزدیک کے رواق میں ہی پایا، اس کے بعد وہ راستہ جو کافی عرصے سے بند پڑا تھا (کھلا) اور زیارت کے اسباب فراہم ہو گئے۔ میں پابرہنہ و پیادہ ماشیاً حافیاً سامرہ کی زیارت کے لیے گیا اور اس سفر میں میرے لیے عظیم معجزات و کرامات ظاہر ہوئیں۔

علامہ شبر اس داستان کو زیارت جامعہ کبیرہ کے امام نقی الہادیؑ سے صدور پر ایک قرینہ اور دلیل کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

تیسری فصل

چند نکات کا بیان۔۔۔!

اس سے پہلے کہ ہم زیارت جامعہ کبیرہ کی شرح شروع کریں، اس زیارت اور باقی تمام زیارات کے بارے میں چند (کلی) نکات بیان کرتے چلیں:

پہلا نکتہ:

ضروری ہے کہ زیارت، معصوم سے ہی حاصل کی جائے، ممکن ہے کہ ہم خود سے ایک زیارت نامہ لکھ لیں، اور اس میں اپنے عقیدے کے مطابق صفات معصومینؑ جمع کردیں، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ فصاحت و بلاغت کی بھی حامل ہو، لیکن یہ زیارت نامہ نہیں ہوگا! کیوں؟ (اس کی وجہ یہ ہے کہ) معصومینؑ خود کو کسی بھی دوسرے بندے سے زیادہ جانتے ہیں، لہذا ضروری ہے کہ وہ خود ہی زیارت نامے تلقین فرمائیں۔ پیغمبرؐ اور آئمہ کی معرفت کے حوالے سے یہ مسئلہ (نہایت) اہم ہے کہ انہیں نہ ان کی شان سے کمتر رکھا جائے اور نہ انہیں ان کی شان سے بڑھا کر مرحلۂ غلو تک پہنچایا جائے لا الغلو و لا التقصیر؛ نہ انہیں ان کے مقام

Presented by Ziaraat.Com

سے بڑھا کر مقام خدا تک پہنچایا جائے اور نہ ان کی معرفت میں کوتاہی کر کے تقصیر سے کام لیا جائے، یہ بہت ہی باریک مسئلہ ہے اور ہم اسے آسانی سے درک نہیں کر سکتے، لہذا ضروری ہے کہ ہم زیارت نامے معصومینؑ سے ہی اخذ کریں۔ زیارت نامہ ایسا ہونا چاہیے جو امام کے مقام کے مطابق ہو، نہ اس میں ایسے مطالب ہوں جو شرک و کفر و غلو کی بو دیتے ہوں اور نہ ایسے مطالب پر مشتمل ہو جو امام کی شان سے کمتر اور اس میں تقصیر و کوتاہی شمار ہو۔

دوسرا نکتہ:

بعض لوگوں نے زیارت جامعہ پر اعتراض کیا ہے کہ اس زیارت میں ایسے جملے ہیں جن کا ہضم کرنا آسان نہیں، ان سے غلو کی بو آتی ہے اور یہ امام کے مقام کو بڑھا دینے کے مترادف ہیں۔ کیا زیارت جامعہ میں ان جملوں کی موجودگی کی وجہ سے ہمارے دل اس زیارت سے کھٹے نہیں ہو جائینگے؟

یہ کون سے جملے ہیں؟ دو سے تین جملے ہیں، میں انہیں پڑھ کر ان کی تفسیر بیان کرتا ہوں، اس لیے کہ شاید ایسا ہو کہ آپ حضرات کچھ ناوارد و ناآشنا و ناآگاہ افراد سے زیارت کے ان جملوں کی تفسیر میں کچھ اعتراضات سنیں، اور وہ ان جملوں کو (اپنے مدعا پر) بہانہ اور دستاویز قرار دیں۔ میں یہ جملے بیان کرتا ہوں تا کہ ہم جان لیں کہ جو موازین ہم نے بحثِ توحید میں قائم کیے تھے، موردِ نظر جملے ان سے کہاں تک نامناسب (اور متصادم) ہیں۔ اس زیارت میں ایک مقام پر آیا ہے:

وَ إِيَابُ الْخَلْقِ إِلَيْكُمْ؛ روزِ قیامت خلق کی برگشت آپ کی جانب ہے۔ جبکہ ہم جانتے ہیں کہ انسان خدا کی جانب پلٹیں گے: انا للہ و انا الیہ راجعون؛ ہم خدا سے ہی ہیں اور اسی کی جانب لوٹ کر جانے والے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اس زیارت میں کہتے ہیں کہ روزِ قیامت انسانوں کی بازگشت آپ کی جانب ہے، اگر خدا کی طرف ہے تو ان کی طرف کیسے ہو گی، اور اگر ان کی طرف ہے تو پھر خدا کی طرف کیسے ہو گی؟

Presented by Ziaraat.Com

وَ حِسَابُهُمْ عَلَيْكُمْ؛ خلق کا حساب (لینا) آپ پر ہے۔ جب کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ روز قیامت حسابِ خلق میں کرونگا، خدا کے ناموں میں سے ایک حسیب بھی ہے یعنی روز قیامت بندوں کے اعمال کا حساب کرنے والا، پھر ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ انسانوں کا حساب آپ (اہلبیت) پر ہے؟

بِكُمْ فَتَحَ اللّٰهُ وَ بِكُمْ يَخْتِمُ وَ بِكُمْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ* وَ بِكُمْ يُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ: خدا آپ کے وسیلے سے آغاز کرتا ہے اور آپ ہی کے ذریعے سے اختتام کرتا ہے، آغاز وانجام آپ ہیں، اور آپ کے وسیلے سے ہی بارش نازل ہوتی ہے، آپ کے وسیلے سے ہی آسمان ٹکا ہوا ہے اور زمین پر نہیں گرتا ؛اگر آج کل کی (علمی) زبان میں کہا جائے تو یوں کہ: کرات آسمانی میں موجود جاذبہ و کشش آپ کی وجہ سے برقرار ہے، کہ اگر اس قوت کا تعادل خراب ہو جائے تو ستارے ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے اور آسمان زمین پر آپڑے گا، آپ کی وجہ سے خدا اس امر میں مانع ہے کہ آسمان زمین پر آپڑے۔

وَ بِكُمْ يُنَفِّسُ الْهَمَّ وَ يَكْشِفُ الضُّرَّ: آپ ہی کے وسیلے سے غم دور ہوتے ہیں اور نقصان ودکھ برطرف ہوتے ہیں۔ ان جملوں کی تفسیر کیا ہے؟ آپ معصومینؑ سے خطاب کر کے کہتے ہیں کہ آغاز وانجام آپ ہیں اور اس عالم میں تمام چیزیں آپ کے وسیلے سے انجام پا رہی ہیں، کیا یہ خدائی صفات نہیں ہیں جنہیں آپ آئمہ ہدیٰ کے لیے بیان کرتے ہیں؟ ہم کہتے ہیں ھو الاول و الآخر اول و آخر خدا ہے، اور یہاں کہتے ہیں: بِكُمْ فَتَحَ اللّٰهُ وَ بِكُمْ يَخْتِمُ۔ ممکن ہے کہ اس زیارت کا ایک اور جملہ جس پر سوال اٹھایا جائے وہ یہ ہے:

مَنْ أَرَادَ اللّٰهَ بَدَأَ بِكُمْ؛ جو کوئی بھی خدا کو (پانا) چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ سے آغاز کرے؛ اس کا کیا مطلب ہے؟ اگر میں خدا کو (پانا) چاہتا ہوں تو کیا امام سے آغاز کروں یا خود خدا سے آغاز کروں اور امام تک پہنچوں؟

وَ مَنْ وَحَّدَهُ قَبِلَ عَنْكُمْ؛ جو بھی توحید خدا کی تکمیل چاہتا ہے (اس کے لیے لازم ہے کہ) وہ آپ کو قبول کرے۔ خلاصہ یہ کہ اس زیارت میں کچھ ایسے جملے ہیں کہ جن کے بارے میں انسان کا ابتدائی تصور یہ ہوتا

Presented by Ziaraat.Com

ہے کہ یہ خدا کی صفات ہیں، کیا یہ (جملے) غلو کا پہلو نہیں رکھتے؟ یہ جو بعض ناآگاہ افراد نے کہا ہے کہ: زیارت جامعہ غلات کی بنائی ہوئی زیارت ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

ان سوالات کے جواب دینے سے پہلے ضروری ہے کہ دیکھا جائے غلو کیا ہے؟ اور پھر بعد میں دیکھا جائے کہ ان جملوں میں غلو آمیز کوئی چیز موجود ہے بھی یا نہیں؟ کیا جنہوں نے اس زیارت پر اعتراضات کیے ہیں وہ نہیں جانتے کہ غلو اور غیر غلو اور توحید و شرک میں کیا فرق ہے؟

غلو کے معنی

غلو یہ ہے کہ ہم کسی کے لیے ذات یا صفات یا افعال میں استقلال کے قائل ہو جائیں، ذاتِ خداوند مستقل ہے، وہ ہر ایک سے اور ہر چیز سے بے نیاز ہے، صفاتِ خدا مستقل ہیں ہر ایک اور ہر چیز سے بے نیاز، اس کے افعال بھی مستقل ہیں یعنی وہ اس عالم میں جو کام بھی انجام دیتا ہے اپنی ذاتی قدرت سے انجام دیتا ہے، وہ کہیں سے مدد حاصل نہیں کرتا۔ سادہ عبارت میں یوں کہوں کہ: اس کے افعال اس کی ذات سے جاری ہوتے ہیں اور اس کی صفات عینِ ذات ہیں، وہ قائم بالذات ہے، قیوم ہے، غنی ہے، بے نیاز ہے، اگر ہم (بجز خدا) کسی کے لیے بھی ان صفات کے قائل ہو جائیں، تو یہ غلو ہے۔ یعنی اگر ہم کہیں کہ امام رضاؑ مستقل بالذات ہیں یا وہ جو افعال انجام دیتے ہیں وہ باذن اللہ نہیں، یعنی ایک قوت و توانائی خدا کی ہے، اور ایک قوت پیغمبرؐ کی ہے جو خدا کی قوت و توانائی سے جدا ہے اور یہ (اس میں) سب مستقل ہیں؛ اگر کوئی ایسا اعتقاد رکھتا ہے تو (اس کے بارے میں) تمام علماء یہی کہتے ہیں کہ یہ شرک ہے، لیکن اگر ہم کہیں: خدا مستقل بالذات ہے اور پیغمبرؐ اس کے اذن سے بہت سے کام انجام دیتے ہیں تو یہ عینِ توحید ہے، ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بندۂ خدا ہیں وہ خدا کے فرمان پر چلتے ہیں اور آپؐ یہ کام خدا کے حکم اور اسی کی (دی ہوئی) قدرت سے انجام دیتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

رسولؐ اور امامؑ کی ولایتِ تشریعی و تکوینی

خدا نے ان بزرگوار ہستیوں کو بڑی قدرت سے نوازا ہے، یہ اولیائے الٰہی ہیں، ان کے پاس ولایتِ تکوینی بھی ہے اور ولایتِ تشریعی بھی، ولایتِ تشریعی یعنی: خدا نے انہیں مقامِ شرع و شریعت میں ہمارا سرپرست قرار دیا ہے، یہ احکام کے بیان کرنے والے اور بندگانِ (الٰہی) کے درمیان قضاوت کرنے والے ہیں۔ خدا کی جانب سے حکومتِ ظاہری پیمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختیار میں ہے اور بعدِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امامِ معصوم کے ہاتھ میں تا امامِ زمانہؑ اور امامِ زمانہؑ کی جانب سے فقہاء تک پہنچی ہے۔ یہ مقام، ولایت، حاکمیت، قضاوت اور بیان احکام (سے متعلق) ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولی اللہ ہیں، آئمہ اولیائے الٰہی ہیں، یہ خدا کی جانب سے انسانوں پر ولایتِ تشریعی رکھتے ہیں اور حاکم ہیں، ان کے پاس جو کچھ بھی ہے خدا کی جانب سے ہے، یہ خود سے کوئی چیز نہیں رکھتے۔

تفسیرِ ولایتِ تکوینی

یہ ولایتِ تکوینی بھی رکھتے ہیں، یعنی: پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا امام اذنِ الٰہی سے بیمار کو شفا دیتے ہیں، مردے کو زندہ کر سکتے ہیں، مادر زاد اندھے کو شفا دے سکتے ہیں۔ یہ ولایتِ تکوینی کی ایک شاخ ہے۔ کون ہے جو اس مسئلے کا انکار کرے جبکہ قرآن نے (اس بارے میں) منکرینِ ولایتِ تکوینی کو کم از کم ایک شاخ سے متعلق نہایت ہی دندان شکن، مبین اور روشن جواب دیا ہے۔ قرآن جنابِ عیسیٰؑ سے مخاطب ہو کر چار جملے کہتا ہے:

﴿وَ إِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنْفُخُ فيها فَتَكُونُ طَيْراً بِإِذْنِي وَ تُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَ الْأَبْرَصَ بِإِذْنِي وَ إِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتى بِإِذْنِي﴾[1] اے عیسیٰ یاد کرو جب تم گیلی مٹی سے پرندے کی صورت میں میرے اذن سے ایک چیز خلق کرتے تھے (یہاں خلق ہوا کی تعبیر آئی ہے [تخلق]) اور اس مٹی سے بنے ہوئے پرندے میں روح پھونکتے تھے تو اس روح کے پھونکنے کی وجہ سے وہ میرے اذن سے (اصل) پرندے

---

[1] مائدہ: ۱۱۰۔

Presented by Ziaraat.Com

میں تبدیل ہو جاتا تھا۔ تم مادر زاد اندھے اور برص کے مریض کو میرے اذن سے شفا دیتے تھے۔ اور یاد کرو اس وقت کو جب تم میرے اذن سے مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔

(قرآن یہ) نہیں کہتا کہ خدا زندہ کرتا تھا، بلکہ وہ تو کہتا ہے تو (عیسی) زندہ کرتا تھا، زندہ کرنے والے عیسیٰؑ تھے مگر اذنِ الٰہی سے، یہ توحید ہے۔ اگر ہم کہیں کہ اپنے اذن اور اپنی قدرت سے مردے زندہ کرتے تھے، تو یہ شرک ہے۔ مادر زاد اندھے اور برص کے مریض کو اپنی قدرتِ مستقل سے شفا دیتے تھے، تو یہ شرک ہے۔ یہ کلمہ باذن اللہ چند بار تکرار ہوا ہے تا کہ حقیقتِ توحید اور عیسیٰؑ کی ولایتِ تکوینی کو بیان کیا جاسکے۔ جب یہ ولایت عیسیٰؑ کے لیے جائز ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے جانشینوں کے لیے تو بطریق اولیٰ جائز ہے۔ اس بنا پر امام ولی اللہ ہے، جس کے پاس ولایتِ تکوینی بھی ہے اور ولایتِ تشریعی بھی، اور غلو و غیرِ غلو میں یہی فرق ہے۔ اگر ہم امام یا رسول کے لیے کسی ایسے مقام کے قائل ہو جائیں جو خدا سے مخصوص ہو جیسے استقلال در ذات، استقلال در صفات تو یہ شرک ہے۔ لیکن اگر ہم کہیں کہ آپ یہ تمام کام باذن اللہ انجام دیتے ہیں تو یہ حقیقتِ توحید ہے۔

اس بنا پر، آئمہ ولایتِ تکوینی کے حامل ہیں، یعنی عالمِ تکوین میں تاثیر دکھا سکتے ہیں، مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں، عیسیٰؑ مسیح زندہ کیا کرتے تھے لیکن اذن و حکمِ الٰہی سے۔ امام علی بن موسیٰ الرضاؑ بھی بیمار کو شفا دیتے ہیں لیکن اذن الٰہی سے، یہ قدرت و توانائی خدا نے انہیں بخشی ہے۔ یہ جو بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ اگر ہم یہ کہیں کہ: 'اے علی بن موسیٰ الرضاؑ ہمارے بیمار کو شفا دے دیجیے' شرک افعالی ہے، تو ایسے لوگ غلطی پر ہیں۔

توحیدِ افعالی

توحید کی شاخوں میں سے ایک (شاخ)، جس پر تمام (مسلمان) اعتقاد رکھتے ہیں، توحیدِ افعالی ہے۔ یعنی اس عالم میں ہونے والا ہر کام خدا کی طرف سے ہے، ہر جنبش، ہر حرکت، ہر حادثہ خدا کی جانب سے ہے۔ (لیکن) اس کا یہ مطلب نہیں کہ آگ جلاتی نہیں ہے، آگ جلاتی ہے مگر باذن اللہ، اگر وہ ایک گھنٹے کے

Presented by Ziaraat.Com

لیے اسے حکم دے دے کہ ابراہیمؑ کو نہیں جلانا تو نہیں جلائے گی، آگ کی تاثیر خدا کے اذن سے ہے۔ بارش ہوتی ہے، زمینوں کو زندہ اور سرسبز کر دیتی ہے، لیکن اذن و حکمِ الٰہی سے، جب ہم بیمار ہوتے ہیں دوائی کھاتے ہیں، دوائی شفا دیتی ہے مگر حکمِ الٰہی سے، عالمِ اسباب کا انکار غلطی ہے، توحید الٰہی کا معنی جو ایک بہت سے وسیع بحث ہے اور اسے چار موارد (قرآن، حدیث، فلسفہ اور کلام) میں زیر بحث لایا گیا ہے، یہی ہے کہ تمام چیزیں خدا کی جانب سے اور اس کے حکم (کے تابع) ہیں، حتی اگر میں بھی کوئی کام انجام دیتا ہوں (تو یہ بھی خدا کے حکم سے ہے) اگرچہ میں مختار و آزاد ہوں، لیکن یہ اختیار بھی خدا کی طرف سے ہے۔ مجھے اختیار، آزادی اور قدرتِ انتخاب خدا نے بخشی ہے، میں اپنے اختیار سے انتخاب کرتا ہوں۔ لیکن ان سب کے مقدمات اور حکم خدا کی جانب سے ہیں۔ اگر ہم اس مسئلے میں سرمو بھی تجاوز کریں تو وادیِ توحید سے شرک کی کھائی میں جا پڑیں گے۔ قرآن کہتا ہے: ﴿قُلِ اللَّهُمَّ مالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشاءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشاءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشاءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلى كُلِّ شَيْءٍ قَديرٌ﴾[1] خدایا تمام چیزوں کا مالک تو ہی ہے، ہم بھی تیری ہی ملکیت اور ملک ہیں، تمام حکومت تیرے ہاتھ میں ہے، تو جسے چاہتا ہے حکومت سے نوازتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے لے لیتا ہے، جسے چاہتا ہے تختِ عزت پر بٹھاتا ہے، اور جیسے چاہتا ہے خاکِ ذلت پر گرا دیتا ہے، تمام اچھائیوں کی چابیاں تیرے ہاتھ میں ہیں کہ تو ہر چیز پر قادر اور توانا ہے۔ یہ ہے حقیقتِ توحیدِ افعالی۔

وہابی کیا کہتے ہیں؟

جاہل وہابی جو انگلستان اور امریکہ کے ہاتھوں کے پروردہ ہیں، ان مقامات پر اعتراض کرتے دکھائی دیتے ہیں جنہیں ہم اپنے آئمہ معصومینؑ کے لیے بیان کرتے ہیں۔ یہ قرآن سے بے خبر ہیں، اگر (ان میں) اشکال ہے تو پھر قرآن کی آیت میں بھی اشکال ہوگا۔ وہابیوں کی ایک عیان صفت کم علمی اور جہالت ہے۔ ایک آیت

---

[1] آل عمران: ۲۶.

Presented by Ziaraat.Com

کو پکڑ لیتے ہیں اور دوسری آیات چھوڑ دیتے ہیں، اور جو ایک آیت پکڑتے ہیں اس کے بارے میں بھی کچھ زیادہ اطلاعات نہیں رکھتے، اور پھر بیٹھ جاتے ہیں اعتراض کرنے کہ تم معصوم سے شفا کیوں مانگتے ہو، ان سے مشکلات کا حل کیوں چاہتے ہو؟ ہم ان سے (یہ سب) کیوں نہ چاہیں؟ ہم ان سے (یہ سب) مانگتے ہیں مگر کہتے ہیں: باذن اللہ، یہی سب کچھ ہے جو قرآن بھی کہتا ہے۔ جب بھی یہ سب کچھ اذن اللہ کے ساتھ ہو تو تاکید بر توحید ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ عالمِ ہستی میں ایک مبدائے مستقل خدا اور دوسرا مبدائے مستقل آئمہ معصومینؑ ہیں، تو یہ مسلم کفر، شرک اور دوگانہ پرستی ہے۔

تدبیرِ عالم میں فرشتوں کا کردار

اس عالم کی تدبیر کے لیے خدا کے پاس بہت سے فرشتے ہیں، جنہیں قرآن میں ﴿فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا﴾[1] کی تعبیر سے یاد کیا گیا ہے۔ یعنی وہ ملائکہ جو امورِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔ اگر خدا تدبیرِ عالم ملائکہ کے ذریعے سے انجام دیتا ہے تو کیا اس میں کوئی مشکل ہے؟ نہیں، خدا مبدائے عالمِ ہستی ہے، لیکن اس نے فرشتوں کو ماموریت سونپ رکھی ہے، اس نے ملائکہ کو بارش برسانے پر مامور کیا، اسی نے انہیں روح قبض کرنے پر مامور کیا۔ ہم قرآن میں پڑھتے ہیں: ﴿اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا﴾[2] اللہ موت کے وقت انسانوں کی روح قبض کرتا ہے۔ لیکن دوسری جگہ فرماتا ہے: ﴿قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ﴾[3] کہہ دو کہ ملک الموت تمہاری جان لیتا ہے۔

---

[1] نازعات: ۵.

[2] زمر: ۴۲.

[3] سجدہ: ۱۱.

Presented by Ziaraat.Com

کیا یہ آیات تضاد و تناقض رکھتی ہیں؟ نہیں، سرِ سلسلہ خدا ہے، وہی ملائکہ کو روح قبض کرنے کا حکم دیتا ہے اور وہ انسان کی روح قبض کر لیتے ہیں۔ پس دونوں ہی آیات صحیح ہیں۔ ملک الموت یہ عمل خدا کے حکم سے انجام دیتا ہے نہ کہ اپنی مرضی سے۔

اور ایسے ہی اس نے کچھ فرشتوں کو بارش برسانے پر مامور کر رکھا ہے۔ روز قیامت خدا کی عدالت قائم ہو گی اور خلائق کا حساب لیا جائے گا، اب اگر فرشتوں میں سے کچھ کو یہ ماموریت دی جائے کہ وہ لوگوں کا حساب لیں تو کیا یہ خلافِ توحید ہو گا؟ یہ خدا کے نمائندے ہیں۔ اب اگر ہم کہیں کہ آئمہ معصومینؑ باذن الٰہی بندوں کا حساب لیں گے جیسے ابھی ہم نے ملائکہ کے بارے میں کہا تھا، یا اگر کہیں کہ اے آئمہ معصومینؑ روز قیامت خلق آپ کی جانب آئے گی اور لوگوں کا حساب باذن اللہ آپ کے ہاتھوں ہو گا تو یہ کہاں سے توحید کے مخالف ہے؟

امام فرشتے سے افضل ہے

ہم زیارتِ جامعہ میں کہتے ہیں: وَ إِيَابُ الْخَلْقِ إِلَيْكُمْ وَ حِسَابُهُمْ عَلَيْكُمْ؛ خلق آپ کی جانب پلٹائی جائے گی اور ان کا حساب آپ کے ہاتھوں ہو گا؛ یعنی آپ ان فرشتوں سے افضل ہیں جو حساب کتاب لینے پر مامور ہیں۔ امیر المومنینؑ کی ایک زیارت میں وارد ہوا ہے: السَّلَامُ عَلَى مِيزَانِ الْأَعْمَالِ[1]؛ سلام ہو اس پر جو روز قیامت (قائم کی جانے والی) میزانِ اعمال ہے۔ یعنی علیؑ روزِ قیامت اعمال کو تولنے کی میزان و ترازو ہیں۔ آئمہ معصومینؑ بھی اعمال تولنے کا وسیلہ ہیں، یعنی جو انسان بھی جس قدر علیؑ سے شباہت رکھتا ہو گا اس کا پلڑا اتنا ہی سنگین ہو گا، اور جس قدر کم شباہت ہو گی اس کا پلڑا اتنا ہی ہلکا رہے گا۔

دنیا میں بھی یہی (اعمال) تولنے کی میزان ہیں۔ اگر میں چاہتا ہوں کہ دیکھوں میں ایک اچھا انسان ہوں یا برا تو مجھے دیکھنا چاہیے کہ میں (اعمال و اخلاق میں) علیؑ سے کس قدر شباہت رکھتا ہوں یا کتنا دور ہوں، یہ

[1] بحار الانوار: ج۹۷، ص۲۸۷ و ۳۳۰.

Presented by Ziaraat.Com

لازم نہیں کے ترازو کے پلڑے ہوں، ہم ہر چیز کو اس کے اپنے ترازو سے تولتے ہیں جو اسی سے خاص ہوتا ہے، حرارت کی میزان اور ہے، ہوا کی میزان اور ہے، اعمال کی میزان اور ہے۔

ایک سوال کا جواب

بعض برادران نے سوال کیا؟ زیارتِ جامعہ میں کہاں باذن اللہ وارد ہوا ہے؟ اس زیارت میں تو ان افعال کی نسبت آئمہ سے دی گئی ہے بنا اس کے کہ اذن اللہ یا حکمِ الٰہی کی جانب اشارہ کیا گیا ہو؟

زیارت جامعہ کے ان چند جملوں کی جانب بعنوان نمونہ توجہ فرمائیں (کیونکہ جملے تو بہت سے ہیں)، تاکہ معلوم ہو جائے کہ باذن اللہ اور باحکم الٰہی کہاں کہاں وارد ہوا ہے۔

إِلَى اللّهِ تَدْعُونَ وَعَلَيْهِ تَدُلُّونَ وَبِهِ تُؤْمِنُونَ وَلَهُ تُسَلِّمُونَ وَبِأَمْرِهِ تَعْمَلُونَ وَإِلَى سَبِيلِهِ تُرْشِدُونَ وَبِقَوْلِهِ تَحْكُمُونَ؛ اس چیز پر توجہ کے ساتھ کہ جار و مجرور مقدم ہوئے ہیں، حصر کا فائدہ دیتے ہیں یعنی: اے آئمہ ہدیٰ اور اے خاندان پیغمبرؐ آپ فقط و فقط خدا کی جانب دعوت دیتے ہیں، اور اسی پر دلالت کرتے ہیں، اور خدا پر ایمان رکھتے ہیں، اور اس کے سامنے تسلیم ہیں، اس کے فرمان پر عمل کرتے ہیں، خدا کی راہ کی جانب ہدایت کرتے ہیں اور اس کے قول کے مطابق حکومت اور داوری کرتے ہیں۔ یعنی آپ جو کام بھی کرتے ہیں وہ خدا کے حکم اور اس کے امر سے بجالاتے ہیں، وہ خدا کی طرف، خدا کے لیے اور خدا کے ارادے سے ہوتا ہے۔ یہ کلمات وہی باذن اللہ ہے جو متعدد بار تکرار ہوئے ہیں۔

اسی زیارت کے ایک اور جملے میں یوں وارد ہوا ہے: السَّلَامُ عَلَى الدُّعَاةِ إِلَى اللّهِ وَالْأَدِلَّاءِ عَلَى مَرْضَاةِ اللّهِ وَالْمُسْتَقِرِّينَ فِي أَمْرِ اللّهِ وَالتَّامِّينَ فِي مَحَبَّةِ اللّهِ وَالْمُخْلِصِينَ فِي تَوْحِيدِ اللّهِ وَالْمُظْهِرِينَ لِأَمْرِ اللّهِ وَنَهْيِهِ وَعِبَادِهِ الْمُكْرَمِينَ الَّذِينَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ؛ سلام ہو آپ پر اے آئمہ ہدیٰ کہ آپ خدا کی طرف دعوت دینے والے ہیں، خدا کی خشنودی کی دلیل اور اس کی جانب رہنمائی کرنے والے ہیں، آپ محبت خدا کے بصورت کمال و تمام حامل ہیں، توحید الٰہی کے ذیل میں آپ کو کسی قسم کا شرک دامن گیر نہیں، آپ

Presented by Ziaraat.Com

خدا کے امر و نہی کو ظاہر کرتے ہیں، آپ خدا کے مکرم بندے ہیں، جن کی آنکھ اور کان خدا کے فرمان کی زیر سایہ ہیں، اور جو سوئی برابر بھی ارادے اور فرمان خدا سے رو گردانی نہیں کرتے۔

ان جملوں سے استفادہ کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ اگر زیارت جامعہ میں کسی جگہ پر کہا جاتا ہے کہ آپ عالمِ خلقت میں ایسا کرتے ہیں، روز قیامت ویسا کریں گے، تو اس کے (یہی) معنی ہیں کہ باذن اللہ اور حکم الٰہی سے (مذکورہ اعمال انجام دیں گے)، اور یہ حقیقتِ توحیدِ افعالی ہے۔

اور یہ جو ہم کہتے ہیں کہ خدا نے آپ کے وسیلے سے آغاز کیا اور آپ ہی کے توسط سے اختتام کرے گا، آپ ہی کے وسیلے سے بارش برساتا ہے اور آپ ہی کے وسیلے سے (خدا) عالمِ بالا کے نظام کو قرار (بخشتا) ہے، تو ان سب کا کیا معنی ہے؟

علتِ فاعلی اور علتِ غائی

علماء اور فلاسفہ کے درمیان مشہور ہے کہ ایک علتِ غائی ہوتی ہے اور ایک علتِ فاعلی۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ: جب نجار ایک تخت بنا رہا ہوتا ہے تو خود نجار علتِ فاعلی ہے، یعنی تخت کا بنانے والا نجار ہے۔ لیکن اس کی ایک علتِ غائی بھی ہوتی ہے۔ اس نے تخت کس لیے بنایا ہے؟ اس لیے تاکہ اسے استعمال کیا جائے، وہ نتیجہ جو تخت بنانے سے ہاتھ لگتا ہے، علتِ غائی ہے، اور یہی نتیجہ، نجار کی حرکت کا عامل (اور اس کی وجہ) ہے۔ یعنی نجار کا یہ تحقیق کرنا کہ تخت بنانے کے کیا فائدے ہیں، اس بات کا سبب بنتا ہے کہ وہ تخت بنائے۔ اب ہم سوال کرتے ہیں کہ خدا نے اس جہان کو کس لیے بنایا ہے؟ انسان کامل کے لیے، ہم جانتے ہیں کہ اس عالمِ ہستی کا گل سر سبد[1] انسان ہے؛ لیکن کون سا انسان؟ ظالم، طاغی، خون ریزی کرنے والا، بے رحم اور سرکش انسان؟ نہیں؛ بلکہ عادل، پاک، باتقویٰ، انسان جو علم و عمل کا مجموعہ ہو۔ خداوند عالم نے یہ عالم اس انسان کے لیے خلق کیا ہے: ﴿سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَ مَا فِي الْأَرْضِ﴾[2] جو کچھ بھی آسمان و زمین میں ہے

---

[1] چنی ہوئی مخلوق۔ برگزیدہ.

[2] لقمان: ۲۰؛ جاثیہ: ۱۳.

Presented by Ziaraat.Com

انسان کے لیے مسخر کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئمہ معصومین علیہم السلام اور اس زمانے میں امام زمانہ انسانِ کامل کا نمونہ کامل ہیں۔ خدا نے یہ عالم انسانِ کامل کے لیے خلق کیا ہے، یعنی اگر بارش نازل ہوتی ہے تو اس کی برکت سے، اگر آسمان و زمین کا نظام قائم ہے تو اس کی برکت سے اور اگر عالم سے بلائیں دفع ہوتی ہیں تو اس کی برکت سے۔

ایک خوبصورت مثال

اس مثال پر توجہ فرمایئے: ایک باغبان نے اس لیے کہ پر ثمر و پھل دار درختوں کی افزائش کرے ایک باغ بنایا، اس باغ میں کچھ جنگلی جڑی بوٹیاں بھی اُگ آئیں۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ باغ کے وسط میں چند پھلدار درخت بھی کھڑے ہیں۔ یا فقط ایک ہی پر ثمر اور فائدہ مند درخت موجود ہے۔ باغبان اس ایک یا کچھ پھلدار درختوں کے لیے پانی کو چھوٹی چھوٹی نہروں سے گزرتا ہے، لیکن ساتھ ہی میں یہ جنگلی جڑی بوٹیاں بھی پانی سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ کیا مالی نے یہ پانی جنگلی جڑی بوٹیوں کے لیے لگایا تھا یا درخت کے لیے؟ (یقیناً درختوں کے لیے) لیکن یہ جنگلی گھاس پوس بھی اس پانی سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ بِیُمْنِهٖ رُزِقَ الْوَرٰی وَ بِوُجُوْدِهٖ ثَبَتَتِ الْاَرْضُ وَ السَّمَاءُ[1] امام زمانہ کی برکت سے خلق روزی پاتی ہے اور انہی کے وجود کی برکت سے زمین و آسمان باقی ہیں۔ یہ خلقت کی علتِ غائی اور انسانِ کامل کا اتم و اعلیٰ نمونہ ہیں۔ کیا یہ بات توحید کے مخالف ہے؟

یہ خدا کی حکمت کی دلیل ہے، خدائے حکیم بنا کسی حساب کتاب کے کوئی کام نہیں کرتا، کیا خدا نے دنیا کو صدام اور اس جیسے دوسرے ظالموں کے لیے خلق کیا ہے؟ کیا خدائے حکیم ایسا کر سکتا ہے؟ وہ ظالموں، طاغوتوں، کافروں، مشرکوں اور منافقوں کے لیے عالم کو خلق کرے گا؟ خدائے حکیم ایسے کام انجام نہیں دیتا۔ اس نے حتماً یہ عالم، گل سر سبد خلقت، جس کا اعلیٰ اور اتم نمونہ امام معصوم اور قلب عالم امکان ہیں کے

[1] دعائے عدیلہ کبیرہ؛ زاد المعاد: ص ۴۲۳.

Presented by Ziaraat.Com

لیے خلق کیا ہے۔ ہم اگر سانس لے رہے ہیں تو ان کی برکت سے، اور رزق و روزی کھا رہے ہیں تو ان کے دستر خوان سے۔

زیارت جامعہ کبیرہ اسی مطلب کی بیانگر ہے، یہ عین حکمتِ خدا ہے، اس میں تو کوئی مشکل ہی نہیں کہ ہم کہیں: وَبِکُمْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ* وَبِکُمْ یُمْسِكُ السَّماءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَبِکُمْ یُنَفِّسُ الْهَمَّ وَ یَکْشِفُ الضُّرَّ؛ خدا آپ کے وجود کی برکت سے بارش نازل کرتا ہے، آپ کے وجود کی برکت ہے کہ خدا مانع ہے اس امر میں کہ آسمان زمین پر آپڑے اور سیارے ایک دوسرے سے جا ٹکرائیں، آپ کی برکت سے غم اور بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ بِکُمْ فَتَحَ اللهُ وَبِکُمْ یَخْتِمُ؛ ہستی کا آغاز آپ سے ہے، روایات کے مطابق خدا کی اولین مخلوق روح مقدس پیغمبرؐ تھی، اور آخری (ہادی) بھی اسی کی جانب سے بھیجا ہوا ہے، اور اوصیائے خدا میں سے آخری وصی حضرت ولی العصر ارواحنا لہ الفداء ہیں۔

ایک اور جملے میں کہا جاتا ہے: مَنْ أَرَادَ اللهَ بَدَأَ بِکُمْ؛ جو بھی خدا کا قصد کرے وہ آپ سے آغاز کرے۔ اس جملے کے کیا معنی ہیں؟ میں آپ سے سوال کرتا ہوں: کون ہے جو ہمیں راہِ خدا کا پتہ بتائے گا؟ پیغمبرؐ و امامؑ؛ اگر یہ نہ ہوتے تو ہم راہِ خدا ڈھونڈ ہی نہ پاتے، ہم پانی میں رہنے والی مچھلیوں کی مانند ہیں، جو ایک دوسرے سے پوچھتی ہیں کہ پانی کہاں ہے؟

ماهیان ندیده غیر از آب　　　　پرس پرسان زهم آب کجاست؟[1]

ہم چونکہ تعلیمات اہلبیتؑ میں غرق ہیں اس لیے نہیں جانتے کہ کس نعمت سے مالا مال ہیں، ذرا اپنے قدم بحرِ معارفِ تشیع سے باہر تو نکالو اور دوسروں کے عقائد کی جانب نگاہ دوڑاؤ، پھر معلوم ہو گا کہ اس راہ کا فاصلہ کتنا ہے۔

عقائدِ اہلسنت میں خرافات

[1] مچھلیوں نے پانی کے علاوہ کچھ دیکھا ہی نہیں، سو وہ ایک دوسرے سے پوچھتی ہیں کہ پانی ہے کہاں؟

Presented by Ziaraat.Com

اہلسنت کی ایک بڑی تعداد اس بات کی معتقد ہے کہ خداد کھائی دے گا، یہی وہابی جو ہر ایک پر شرک کی چیپاں چیپتے پھرتے ہیں، سب سے پہلے خود ہی مشرک ہیں، اس لیے کیونکہ یہ کہتے ہیں خدا جسم (رکھتا) ہے۔ ان میں سے بعض اس چیز کے معتقد ہیں کہ خدا ہر شب جمعہ آسمان سے نیچے اترتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ خدا کی آنکھ اور کان ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ خدا کے بال مجعّد یعنی گھنگریالے ہیں، کہتے ہیں خدا کی ریش ہے، اس کے ہاتھ ایسے ہیں، یہ چیزیں جو آپ کے لیے ہنسنے کا باعث ہیں، کہتے ہیں روز عرفہ خدا آسمان سے نازل ہوتا ہے، ایک گھوڑے پر بیٹھتا ہے اور اسے عرفات کے میدان میں جولان دیتا ہے اور پھر اپنے بندوں پر نگاہ کرتا ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا ایک خوبصورت جوان کی مانند ہے، یہ مطالب جو ہمارے لیے ہنسی کا باعث ہیں۔ لیکن اگر ہم آئمہ معصومینؑ کی راہ پر نہ ہوتے تو ہمارے عقائد بھی ایسے خرافاتی ہی ہوتے۔

ہندوستان میں کروڑوں لوگ گائے کی پوجا کرتے ہیں، گائے کا کام فقط کھانا پینا ہے اور بس، یعنی بس غذائی مواد کھاتی ہیں، کسی کو حق نہیں کہ ان کی جانب بری نگاہ سے دیکھے، ان کے گوشت کو ہاتھ لگائے، جہاں سے بھی گزریں کوئی ان کا راستہ نہیں روکتا، یہاں تک کہ اگر کوئی گائے چوراہے پر آکر بیٹھ جائے، تو گاڑیوں کی آمد و رفت رک جائے گی، یہاں تک کہ گائے اپنی مرضی سے جب چاہے (اٹھنے کا) ارادہ کرے اور کہیں اور جانے کے لیے اپنی جگہ سے ہلے جھلے۔

جاپان میں خرافات

جاپانی قوم آج کی دنیا میں علم و ہوش و تعلیم کے میدان میں نمونہ بنی ہوئی ہے۔ اس قوم کو جسے جنگ عظیم دوم میں اس طرح سے پیس دیا گیا تھا کہ نزدیک تھا نابود ہو جاتی آج علم و صنعت میں کیسے ترقی کرتے ہوئے اپنا ملک سنوار رہی ہے۔ لیکن کیونکہ یہ لوگ پروردۂ دامنِ اہلبیتؑ نہیں، اس لیے آپ دیکھیں کہ کیسے کیسے بتوں کی پوجا کرتے ہیں، ایسے ایسے بت کہ جن کا نام لینا بھی عفتِ کلام کے خلاف ہے۔ یہ ان کے اعتقاد ہیں جو انبیاء اور آئمہ کے خط پر نہیں، تو کیا ہمارے اس کہنے پر اب بھی اعتراض ہے: مَنْ أَرَادَ اللّٰهَ بَدَأَ بِكُمْ وَ مَنْ وَحَّدَهُ قَبِلَ عَنْكُمْ وَ مَنْ قَصَدَهُ تَوَجَّهَ بِكُمْ؛ جو کوئی بھی خدا کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے (اس کے

Presented by Ziaraat.Com

لیے) ضروری ہے کہ (وہ خدا کو) آپ کے وسیلے سے پہچانے۔ یہ نہیں کہا جاتا: توجہ الیکم بلکہ ہم تو کہتے ہیں توجہ بکم یعنی آپ کے وسیلے سے خدا تک پہنچتے ہیں، آپ کے پہچانوانے سے خدا کو پہچانتے ہیں، حقیقتِ ذات وصفاتِ الٰہی آپ کے ذریعے سے ہم تک پہنچی ہے۔

جبر کا اعتقاد رکھنا اہلبیتؑ سے دوری کا نتیجہ

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ معصومینؑ کی تعلیمات نہ ہوتیں تو ہم بھی انہی وادیوں میں ہوتے۔ علمائے اہلسنت جبر کے قائل ہیں یعنی ان کا کہنا ہے کہ ہم اپنے اعمال میں مجبور ہیں؛ جبکہ ہر کوئی اس مسئلے کو سمجھ سکتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا پہلے تو مجھے شراب پینے پر مجبور کرے، اور پھر مجھے روز قیامت سزا دے کہ تو نے شراب کیوں پی تھی؟ کیا کوئی حکیم و عادل انسان ایسا کرے گا؟ پہلے تو وہ مجھے گناہ کرنے پر مجبور کرے اور قیامت میں مجھے سزا بھی دے؟ یہ باتیں ایک دوسرے کے ساتھ سازگار نہیں۔ لیکن اس کے باوجود بہت سے بزرگ اہلسنت علماء جبر کے قائل ہیں۔ یہی فخر الدین رازی کہ جس کی تفسیر میں کئی اہم مطالب موجود ہیں اور وہ واقعا قابل استفادہ بھی ہیں، جب ان آیات پر پہنچتا ہے جو جبر کے لیے دستاویز بن سکتے ہیں تو فوراً سے ان کی جبر سے متعلق تفسیر کرتا ہے۔ یہ مرد عالم اس علمی مضبوطی کے باوجود اس بات کا معتقد ہے کہ خدا نے ہمیں مجبور (خلق) کیا ہے۔ نیکی کرنے والے نیکی پر اور بدی کرنے والے بدی پر مجبور ہیں۔ اور قیامت کے دن خدا انہیں بے حساب ثواب سے نوازے گا جبکہ دوسرے گروہ کو بے حساب سزا دے گا۔ اگر آئمہ معصومینؑ نہ ہوتے تو ہم بھی جبر کے قائل ہوتے۔ یہ اہلبیتؑ ہی تھے جنہوں نے ہمیں کہا: لَاجَبْرَ وَلَاتَفْوِیضَ بَلْ أَمْرٌ بَیْنَ أَمْرَیْنِ؛[1] نہ جبر ہے اور نہ تفویض، بلکہ ان کے مابین ایک باریک خط (جو حق ہے)۔ اگر آئمہ نہ ہوتے تو ہم بھی وادی جبر میں (کہیں بھٹک رہے) ہوتے، ہم بھی خدا کو جسم مانتے، ہم بھی خدا کے لیے ہاتھ، پیر، کان آنکھ کے قائل ہوتے، ہم بھی اہلسنت جیسے اعتقاد رکھتے۔ لیکن جیسا کہ بیان ہوا کہ ہماری

[1] عیون اخبار الرضاؑ: ج ۲، ص ۱۲۴؛ الکافی: ج ۱، ص ۱۶۰؛ التوحید للصدوق: ۲۰۶.

Presented by Ziaraat.Com

مثال پانی میں موجود مچھلیوں کی سی ہے جو پانی کی قدر نہیں جانتیں۔ کہتے ہیں کہ مچھلی کے بچے نے ماں سے پوچھا: یہ پانی کہاں ہے؟ میں نے تو پورا سمندر چھان مارا پر مجھے تو یہ پانی کہیں نہیں ملا، ماں جو کئی مرتبہ پانی کی موجوں سے ٹکرا کر پانی سے باہر جا کر بے آبی کو درک کر چکی تھی بولی: میں جانتی ہوں کہ پانی کیا ہے۔ ہم جو شیعہ اور محب اہلبیتؑ ہیں، جن کے ماں باپ نے اس مذہب کو چنا اور ہمارے لیے بطور یادگار چھوڑا، تشیع اور ولایت میں غرق ہیں اور اس کی قدر نہیں جانتے۔

تیسرا نکتہ:

کیا وجہ ہے کہ اس زیارت کو زیارت جامعہ کہتے ہیں؟ یا کیا وجہ ہے کہ اسے جامعہ کبیرہ کہتے ہیں؟

اسے جامعہ کہنے کی دو وجوہات ہیں:

- ایک تو یہ کہ یہ تمام اوصاف کی جامع ہے؛ یعنی اگر انسان درس ولایت پڑھنا چاہے تو ضروری ہے کہ زیارت جامعہ پڑھے، میرا عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک مرتبہ زیارت جامعہ کی شرح پڑھ لے، تو وہ ولایت آئمہ معصومینؑ پر ایک مکمل نظرثانی کر لے گا۔
- دوسری یہ کہ اس زیارت کے ذریعے سے تمام معصومینؑ کی زیارت کی جاسکتی ہے۔ اس میں مخاطب فقط امیر المومنینؑ یا امام رضاؑ نہیں بلکہ اس زیارت کو تمام روضہ ہائے مقدسہ میں پڑھ کر اس کے وسیلے سے تمام آئمہ معصومینؑ کی زیارت کی جاسکتی ہے۔

اور اسے کبیرہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ہر جہت سے کبیر اور بزرگ ہے اور اس کے مفاہیم تمام زیارات جامعہ سے بڑھ کر ہیں۔

چوتھا نکتہ:

زیارت کی حقیقت کیا ہے؟ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک کا کہنا تھا کہ میں حرم امام رضاؑ میں تو گیا لیکن افسوس زیارت نہیں کر سکا کیونکہ میرا ہاتھ ضریح تک نہیں پہنچا۔ بعض افراد کا خیال یہ ہے کہ زیارت ضریح

Presented by Ziaraat.Com

کو چومنا یا اسے ہاتھ لگانا ہے، جبکہ کبھی کبھار ضریح تک پہنچنے کے لیے کئی افراد کو تکلیف واذیت دی جاتی ہے، امام رضاؑ اس سے راضی نہیں کہ ان کی ضریح چومنے کے لیے اتنے زائرین کو اذیت دی جائے۔ (فقط) ضریح کو چوم لینا زیارت نہیں، زیارت کی تعریف میں کہتے ہیں: حضور الزائر عند المزور؛ یہ جو (آپ) وہاں حاضر ہو گئے یہی زیارت ہے۔ لیکن حضور واقعی یعنی اپنے تمام قلب و باطن سے حاضر ہونا نہ یہ کہ فقط جسم وہاں حاضر ہو اور دل دنیاوی امور جیسے گھر، کارخانے اور دفتر میں الجھا رہے۔ میرا امام کی خدمت میں جانا ہی زیارت ہے چاہے میں (زیارت) کا ایک کلمہ بھی نہ پڑھوں، ضریح تک میرا ہاتھ نہ پہنچے یا میں اسے چوم نہ سکوں، اگر ایک جملہ السلام علیک بھی نہ کہوں لیکن یہ احساس کروں کہ میں اپنے مولا کی خدمت میں حاضر ہوں، تو یہی زیارت ہے۔ اب اگر زیارت نامہ بھی پڑھ لیا تو کیا ہی خوب، اگر آنسو بہا لیے تو کیا ہی بہتر، امام کے ساتھ اپنے پیوند کو اور محکم کر لیا تو کیا ہی اعلی۔

روحِ عمل

تمام اعمال کی روح حضورِ قلب ہے۔ کبھی کبھار ہم نماز پڑھتے ہیں لیکن اول سے آخر تک دنیا کی فکر میں مگن ہوتے ہیں، ایک بے جان جسم اور تکلیف کی ادائیگی، لیکن یہ نماز وہ نماز نہیں جو فحشا اور منکرات سے روکتی ہے ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ﴾[1]، جو مومن کی معراج اور ترقی کی سیڑھی ہے، جو بقول پیغمبرؐ بدن، جسم، روح اور قلب کی تطہیر کرتی ہے۔۔

قلبی پیغام کا تبادلہ کرو

زیارت میں بھی حضورِ قلب کا ہونا ضروری ہے۔ جب حرم میں داخل ہو تو امام رضاؑ کے علاوہ باقی تمام چیزوں کو بھول جاؤ۔ ایک قلبی سلام کرو، قلبی پیغام کا تبادلہ کرو، یہ حقیقت زیارت ہے۔ بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ زائر تو ہوتے ہیں لیکن فقط ان کا جسم (حرم) میں حاضر ہوتا ہے نہ کہ روح، البتہ وہ بھی بہرہ

---

[1] عنکبوت: ۴۵.

Presented by Ziaraat.Com

مند ہوتے ہیں۔ یہ محال ہے کہ کوئی قبرِ علی بن موسی الرضاؑ کے نزدیک جائے اور کوئی فائدہ نہ اٹھائے۔ لیکن بہرہ مندی اور فائدے مختلف (اقسام) کے ہوتے ہیں۔ زیارت سے حاصل ہونے والا فائدہ ہر کسی کی اپنی لیاقت کے مطابق ہے۔ ہر کوئی ایک الگ زاویے سے امام علی رضاؑ کی قبر کی جانب نگاہ کرتا ہے اور اس کا فائدہ بھی اسی زاویہ دید کے برابر ہے۔ اس مثال پر توجہ کیجیے:

پھر ایک مثال

فرض کیجیے کہ علم طب میں ایک نہایت ہی نفیس کتاب لکھی گئی، خوش خط، اچھا کاغذ، مختلف تصاویر پر مشتمل، بہت ہی عمیق مفاہیم کی حامل، سب اسے اچھی نگاہ سے دیکھتے ہوں۔ اگر یہ کتاب کسی ان پڑھ انسان یا کسی بچے کے ہاتھ لگ جائے تو وہ فقط تصاویر اور نقش و نگار ہی دیکھے گا۔ اگر کسی کتاب فروش کے ہاتھ لگ جائے تو وہ اس فکر میں رہے گا کہ کسی طرح اسے بیچنے کا ٹھیکا اسے مل جائے اور وہ اس کی فروخت سے فائدہ اٹھائے۔ ایک خطاط اس کے خوبصورت خط کی جانب نگاہ کرے گا۔ ایک طبیب اس کے طبّی مسائل کی جانب توجہ کرے گا۔ اگر یہ کسی بیمار کے ہاتھ لگ جائے تو وہ اس سے اپنی بیماری کی دوا کرنے کی فکر میں رہے گا۔ کتاب تو ایک ہی ہے لیکن اس کتاب پر پڑنے والے زاویہ ہائے نگاہ مختلف ہیں۔ امام علی رضاؑ کی مرقد مبارک بھی ایسی ہی ہے، کوئی قرضدار ہے تو وہ اس لیے جاتا ہے کہ اس کا قرض ادا ہو جائے، کسی کے پاس گھر نہیں وہ اس لیے جاتا ہے کہ امام سے ایک گھر حاصل کر لے، ہر کوئی اپنی ہمت اور اندازے کے مطابق (کسب فیض کرتا ہے)۔ لیکن بعض افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جو امام رضاؑ کی بارگاہ میں اپنے باطنی درد، اخلاقی بیماریوں اور ہوائے نفس کے علاج کے لیے آتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ امام سے دنیا و آخرت کی خیر حاصل کریں، خدا و رسول و آئمہ علیھم السلام کی معرفت حاصل کریں، نہ کہ فقط ایک گھر یا قرض کی ادائیگی۔ اب جہاں تک انسان کی ہمت، استعداد اور لیاقت ہو اور اس کا افقِ فکری جس قدر بلند ہو۔

دوسری مثال

Presented by Ziaraat.Com

ایک درخت کا تصور کیجیے۔ ہر کوئی اس پر نگاہ کرتا ہے؛ ایک حیوان اس کے پتوں سے استفادہ کرتا ہے، باغبان اس فکر میں ہے کہ اس سے کیا فائدہ حاصل کر سکتا ہے، ایک دوا بنانے والا اس کے پتوں سے ایک، تنے سے دوسری اور جڑوں سے تیسری دوا بناتا ہے، یہاں تک کہ ایک فلسفی الٰہی اس کے تمام پتوں اور شاخوں میں آثار و آیات توحید و خدا کا نظارہ کرتا ہے۔

برگ درختان سبز در نظر هوشیار — هر ورقش دفتری است معرفت کردگار[1]

درخت تو ایک ہی ہے لیکن ہر ایک کا زاویہ نگاہ جدا ہے جس کی وجہ سے اس سے حاصل ہونے والا فائدہ بھی جدا ہوتا ہے۔ زیارت سے حاصل ہونے والے فائدے بھی مختلف (اقسام) کے ہیں۔ زائرانِ کامل کم ہیں جبکہ زائرانِ عادی زیادہ؛ کوئی بھی امام رضاؑ یا باقی آئمہ کی قبور سے بنا کچھ لیے واپس نہیں لوٹتا۔ سب کے سب ہی کوئی نہ کوئی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لیکن زیارت کا با معرفت ہونا بہت فرق رکھتا ہے، جتنی معرفت زیادہ ہو گی زیارت اس قدر کامل ہو ہے۔ حتی بات یہاں تک پہنچ جائے گی: مَنْ زَارَ قَبْرَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَارِفاً بِحَقِّهِ كَانَ كَمَنْ زَارَ اللهَ فِي عَرْشِهِ؛[2] امام حسینؑ کی زیارت عرش پر خدا کی زیارت کے مانند ہو جائے گی۔ یہ معرفت کی وجہ سے ہے، پہلے امام کی معرفت حاصل کرو اور اس کے بعد زیارت پر جاؤ۔ پہلے زیارت جامعہ کبیرہ جو معرفت امام کے باب میں ایک مکمل نصاب ہے کا مطالعہ کرو اس کے بعد زیارت پر جاؤ۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ امام سے کیا کہنا ہے۔ یہ اس امر کا مصداق ہو جائے گا کہ: زار الامام علی بن موسی الرضا عارفا بحقه؛ یعنی امام کے مقام کی معرفت حاصل کرنا۔

[1] درختوں کے سبز پتوں پر خردمندانہ نظر ڈالو کہ ان کا ہر ہر پتہ معرفت پروردگار کا دفتر ہے۔

[2] کامل الزیارات: ص ۱۴۹؛ تہذیب الاحکام: ج ۶، ص ۵۱؛ بحار الانوار: ج ۹۷، ص ۷۷۔

Presented by Ziaraat.Com

چوتھی فصل

زیارتِ جامعہ کبیرہ پر اجمالی نظر

ہم پہلے زیارتِ جامعہ پر ایک اجمالی نظر ڈالیں گے اور اس کے بعد تفصیلات پیش کریں گے۔ اگر برادرانِ اہلِ علم اور دوسرے افراد اس نکتے کی جانب توجہ کریں جو ہم اس بحث میں پیش کر رہے ہیں تو یہ (ان کے لیے) مفید ثابت ہو گی۔ ہم نے یہ نکتہ قرآن سے حاصل کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

روشِ اجمال و تفصیل

ایک طویل مدت تک ہمارا قرآن سے سروکار رہا جس میں ہم نے دیکھا کہ جب قرآن اپنی اہم ابحاث پر پہنچتا ہے تو شروعات میں ہی اس مسئلے کی تفصیل و شرح بیان نہیں کرتا بلکہ شروع میں چند آیات کے اندر اس مسئلے یا داستان کا خلاصہ بیان کرتا ہے اور بعد میں اس کی شرح کی طرف (قدم بڑھاتا) ہے۔ (اسے ہم) روشِ اجمال و تفصیل (کہتے ہیں)۔ مثلاً؛ جناب یوسفؑ کے واقعے میں پہلے ایک آیت میں مختصر سا اشارہ کرتا ہے: ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ﴾[1] اور اس کے بعد اس واقعے کی شرح کی جانب بڑھتا ہے، ایسے ہی اصحاب کہف کی داستان میں ایک دو آیات میں اجمالی اشارہ کرتا ہے اور اس کے بعد اس کی شرح بیان کرتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ جب ہم اہم فقہی، تفسیری، اعتقادی اور کلامی مسائل میں داخل ہونے لگیں تو روشِ اجمال و تفصیل سے کام لیں، یعنی پہلے مسئلے کا ایک جامعہ خلاصہ بیان کر کے سننے یا پڑھنے والے کو اجمالاً بحث سے آشنا کریں اور اس کے بعد شرح کی جانب قدم بڑھائیں۔ اس روش سے درس، مجلس، تحریر بلکہ ہر جگہ استفادہ کرنا چاہیے۔ اسی وجہ سے ہم چاہتے ہیں کہ پہلے زیارتِ جامعہ کا ایک جامع خلاصہ بیان کر دیا جائے اور اس کے بعد اس کی شرح پیش کی جائے۔

زیارتِ جامعہ کی شرح سات حصوں میں

میں نے ایک مختصر سی تحقیق انجام دی جس کا نتیجہ یہ دیکھا کہ زیارت جامعہ سات عمدہ حصوں میں تقسیم ہے۔ (ہو سکتا ہے کہ آپ مطالعے کے بعد اس کے مذکورہ تعداد سے زیادہ حصے دریافت کر لیں)

پہلا حصہ: خدا کی وحدانیت کی شہادت

[1] یوسف: ۳۔ ہم تمہارے لیے بہترین قصہ بیان کرتے ہیں.

Presented by Ziaraat.Com

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ كَمَا شَهِدَ اللّٰهُ لِنَفْسِهِ وَ شَهِدَتْ لَهُ مَلَائِكَتُهُ وَ أُولُو الْعِلْمِ مِنْ خَلْقِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ اس مختصر سی عبارت میں اس قدر عمیق توحیدی مسائل موجود ہیں کہ جنہیں خود ایک مفصل شرح کی ضرورت ہے۔

دوسرا حصہ: بحثِ نبوت

وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ الْمُنْتَجَبُ وَ رَسُولُهُ الْمُرْتَضَى أَرْسَلَهُ بِالْهُدَى وَ دِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ*؛ میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے برگزیدہ بندے ہیں، انسان کے لیے بندگی سے بڑھ کر اور کوئی افتخار نہیں، اگر انسان کے سر پر کوئی تاج افتخار رکھا جا سکتا ہے تو وہ عبودیتِ خدا کا تاج ہے۔ خدا کا بندہ بن جا اور عالم ہستی پر حکومت کر، فرماں روائی کر۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ نماز کے تشہد میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبودیت کی گواہی ان کی رسالت کی گواہی سے پہلے دیتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام عبودیت مقام رسالت سے بھی بالاتر ہے۔ میں تیرا بندہ ہوں، تیرے فرمان پر سر تسلیم خم ہوں، میں نے سب چیزیں تجھے سونپ دی ہیں اور اپنی تمام چیزوں کو تیری ملکیت سمجھتا ہوں، میں خود سے (اپنے دامن میں) کچھ نہیں رکھتا۔ أَرْسَلَهُ بِالْهُدَى وَ دِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ؛ (خدا نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، کس لیے؟ اس لیے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام ادیان پر غلبہ عنایت فرمائے۔[1] یہ جملہ قرآن سے چنا گیا ہے۔

---

[1] یہ جملہ قرآن سے لیا گیا ہے، سورہ توبہ:۹؛ فتح:۲۸ اور صف:۹. میں ہم پڑھتے ہیں: خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا تاکہ انہیں تمام ادیان پر غلبہ عنایت فرمائے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجنے کا مقصد پورا ہوا اور کیا اسلام تمام ادیان پر غالب آ گیا؟ اہلسنت اس مسئلے کا جواب نہیں دے سکتے؛ کیونکہ اگر وہ کہیں کہ ابھی تک دین غالب نہیں آیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا اپنے اس ہدف کو عملی جامہ پہنانے سے عاجز رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ظہور و غلبے سے مراد علاقائی غلبہ ہے؛ یعنی اسلامی علاقے اور زمینیں باقی تمام علاقوں سے زیادہ ہیں، یہ ایسی توجیہ ہے جسے انسان کا دل قبول نہیں کرتا۔ یہ فقط شیعہ ہیں جو آئمہ معصومین علیہم السلام کی برکت سے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: تمام ادیان پر غلبہ امام زمانہ علیہ السلام کے وسیلے سے حاصل ہو

Presented by Ziaraat.Com

تیسرا حصہ: معرفتِ ولایت

مسئلۂ ولایت، زیارتِ جامعہ کا اہم ترین مسئلہ ہے۔ میں نے (پوری زیارت میں) تو نہیں گنیں کہ اس زیارت میں معصومینؑ کی کتنی صفات بیان ہوئی ہیں۔ لیکن پہلے پانچ سلاموں میں اماموں کی ۵۹ صفات بیان ہوئی ہیں، جن میں سے ہر ایک میں ارزش و مفہوم کی ایک دنیا سمائی ہوئی ہے اور ان میں سے ہر صفت امام کے بلند و بالا مقام اور بے نظیر مرتبے کی بیانگر ہے۔ اس زیارت میں آئمہ کی (بیان شدہ) صفات اس قدر اوج رو کتی ہیں کہ مسئلۂ ولایت کے بیان عالی (کا حق ادا کرتی) ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ حاملانِ ولایتِ (معصومینؑ) ہو جائیں تو (اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے) زیارتِ جامعہ سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ملے گی۔ زیارتِ جامعہ ایسی صورت سے بیان ہوئی ہے کہ وہ افراد جو ان مسائل سے آشنا نہیں ہیں ان (مطالب کو) ہضم نہیں کر سکتے۔ اور یہ وہی چیز ہے جو معصومینؑ کے اسرار میں شمار ہوتی ہے۔

(اس زیارت کا) اہم ترین حصہ یہی ہے۔ کیونکہ اس دور میں لوگ مسئلۂ توحید اور نبوت سے تو کسی حد تک آشنا تھے لیکن ولایتِ معصومینؑ کو فراموش کر دیا گیا تھا، سو ضروری تھا کہ تمام افراد کو اس کی تعلیم دی جاتی۔ اور مسئلۂ ولایت کی تعلیم کے لیے قبر امام علیؑ اور مرقد امام علی ابن موسی رضاؑ سے بہتر اور کون سا مقام ہو سکتا ہے۔ کیا ہی اچھا ہے کہ جب انسان ان روضہ ہائے مقدسہ کی زیارت کو جائے تو وہیں درس ولایت سے بہرہ مند ہو یعنی امام کی معرفت حاصل کرے۔

ایک سوال کا جواب

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں کہا گیا ہے کہ پہلے امام کی معرفت حاصل کرو اور بعد میں زیارت کے لیے جاؤ۔ روایت میں وارد ہوا ہے: مَنْ زَارَ قَبْرَ الْحُسَيْنِ عَارِفاً بِحَقِّهِ؛[1] امام حسینؑ کی زیارت کرو اس حال میں

گا اور ایک روز آئے گا کہ لا یبقیٰ فی الارض بیت حجر و لا مدر الا ادخلہ اللہ کلمۃ الاسلام امام مہدیؑ کے ظہور کی برکت سے بیابانوں میں لگے خیموں اور مٹی سے بنے گھروں اور ایسے ہی محلات اور پہاڑوں تک میں اسلام پہنچ جائے گا۔

[1] جامع الاخبار: ص ۲۳.

Presented by Ziaraat.Com

کے ان کے حق کی معرفت رکھتے ہو؛ زائر کے لیے جتنے بھی مقامات ہیں، کہ آئمہ معصومینؑ کے زائرین کی خاک پا ملائکہ کی آنکھوں کا سرمہ ہے، وہ امام کے حق کی معرفت کی وجہ سے ہیں، جبکہ آپ کہتے ہیں کہ پہلے زیارت کرو اور بعد میں امام کی معرفت حاصل کرو۔

اس کے جواب میں ہم کہیں گے: اس امر میں کوئی چیز مانع نہیں کہ انسان معرفت کا ایک درجہ (پہلے) سے رکھتا ہو، اور یہی زیارت کرنے کا سبب بنے اور بعدِ زیارت اسے ایک بلند تر درجۂ معرفت نصیب ہو۔ اس بناپر انسان پہلے پہل ایک درجۂ معرفت رکھتا ہے اور یہی زیارت (پر جانے) کا سبب بنتا ہے اور جب وہ معصوم کی قبر کے کنار میں آ کھڑا ہوتا ہے تو اسے معرفت کا ایک بلند تر درجہ میسر آتا ہے۔ یہ بالکل وہی مطلب ہے جسے قرآن میں بیان کیا گیا ہے: ﴿هُدیً لِلْمُتَّقِين﴾[1] قرآن متقین کے لیے ہدایت ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی متقی ہے تو (وہ پہلے سے ہی) ہدایت یافتہ ہے سو پھر اسے ہدایت کی کیا ضرورت؟ یہ تحصیلِ حاصل ہے، قرآن کو تو ان افراد کے لیے وسیلہ ہدایت ہونا چاہیے جو ہدایت یافتہ نہیں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کی جانب آنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان کچھ نہ کچھ تقوی کا حامل ہو۔ کم از کم (حدِ) تقویٰ کیا ہے؟ حق کے سامنے تسلیم ہو جانا، اگر میں حق کے سامنے تسلیم نہ ہوں تو قرآن کی طرف آؤں گا ہی نہیں، قرآن جو بھی کہتا رہے میں قبول ہی نہیں کروں گا۔ اس بناپر تقوی کی کم سے کم مقدار حق کے سامنے تسلیم ہونا ہے۔ جب ہمارے پاس یہ کم از کم مقدارِ تقوی ہو گی تو ہم قرآن کی تلاش میں نکلیں گے اور قرآن کے سائے میں تقویٰ کے اعلیٰ مراحل تک جا پہنچیں گے۔ زیارت کے معاملے میں بھی ہم امام کی کمتر درجے کی معرفت کے حامل ہوتے ہیں جس کے سبب ہم امام کی زیارت کے لیے جاتے ہیں، اور (جب ہم یہ زیارت نامے پڑھتے ہیں) تو انہی کے سائے میں معرفتِ امام کے بالاتر اور عالی ترین درجوں تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔

چوتھا حصہ: گناہوں سے توبہ

[1] بقرہ: ۲.

Presented by Ziaraat.Com

زیارت جامعہ کبیرہ کا چوتھا حصہ گناہوں کی توبہ پر مشتمل ہے۔ یہ اس زیارت کا ایک اہم حصہ جو ہمیں گناہوں سے توبہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ سفر الی اللہ میں پہلا قدم توبہ ہے۔ علمائے سیر و سلوک، وہ جنہوں نے سیر و سلوک الی اللہ اور خدا کی جانب سفر کرنے کے طریق معصومینؑ سے حاصل کر کے بیان کیے ہیں (نہ کہ سیر و سلوک حقہ باز و مخلوط) فرماتے ہیں: سیر و سلوک کا پہلا گام توبہ ہے، جب تک گناہوں سے توبہ نہیں کرو گے کسی مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔ جب تک پاک صاف نہیں ہو گے تمہیں کہیں راہ نہیں دی جائے گی۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ امام سجادؑ کی مناجات میں سے پہلی، مناجات التائبین ہے، توبہ کرے والوں کی مناجات۔ کیونکہ پہلا قدم گناہوں سے توبہ ہے۔ آلودگیوں اور گناہوں کے ساتھ خدا کی طرف حرکت کرنا کیسے ممکن ہے؟! اگر میری کمر گناہوں کے بار سے سنگین ہے تو جب تک میں اس بار کو کم نہ کر دوں مقام بالا کی جانب کیسے حرکت کروں گا؟[1]

---

[1] مجھے لگتا ہے کہ امام سجادؑ کی یہ پندرہ مناجاتیں اصل میں سیر و سلوک الی اللہ کے پندرہ مراحل ہیں۔ ان میں سے پہلی مناجات مناجات التائبین ہے، کیونکہ پہلا قدم گناہوں سے توبہ ہے۔ دوسری مناجات الشاکین یعنی اپنی ہوائے نفس کا شکوہ کرنے والوں کی مناجات ہے۔ (الھی الیک اشکو نفسا بالسّوء امارۃ) اے خدا میں تیری بارگاہ میں اس سرکش نفس کی شکایت کرتا ہوں۔ میں جس قدر چاہتا ہوں کہ تیری راہ پر چلوں نفس امارہ مجھے اتنا ہی منحرف کرتا ہے۔ تیسری مناجات الخائفین، چوتھی مناجات الراجین؛ خوف و رجا انسان کی مادی و معنوی زندگی میں حرکت کے دو سبب ہیں، انسان یا نقصان سے ڈرتا ہے یا منافع کی امید رکھتا ہے، نقصان کا ڈر اور نفع کی امید انسان کو اس کی مادی زندگی میں حرکت بخشتی ہے۔ معنوی زندگی میں بھی عاملِ حرکت خوف و رجا ہی ہیں، خدا کے عذاب کا ڈر اور اس کی رحمت کی امید. خوف و رجاء سالکین الی اللہ کے لیے دو پر (کی مانند) ہیں۔ یہ پندرہ مناجاتیں مراحل سیر و سلوک الی اللہ کا ایک مکمل درس ہیں۔ یہ کتنی ہی عظیم میراث و سرمایہ ہے جو ہمیں امام زین العابدینؑ سے ملا ہے. اگر ہم انہیں مناجات کا مطالعہ کریں اور ان کے مفاہیم کا اپنی عملی زندگی میں اطلاق کریں تو یہی ہماری دنیا و آخرت کے لیے کافی ہے. تمام اخلاقی دروس اور تمام مراحل سیر و سلوک انہی میں موجود ہیں. تم انہیں حاصل کرنے کے لیے کدھر یہاں وہاں بھٹکتے پھر رہے ہو. ان افراد (کے پیچھے) جو نام کے اہل سیر و سلوک ہیں، جو گندم کے نام پر جو فروش ہیں، جو انسان کو انحرافی اور بیگانے مسلک کی پیروی پر لگا دیتے ہیں. تم کیوں امام سجادؑ سے سیر و سلوک سے نہیں سیکھتے؟!!!

Presented by Ziaraat.Com

نمونے کے طور پر زیارتِ جامعہ کے چند جملوں پر توجہ فرمائیں۔ زیارتِ جامعہ کے آخر میں جب ہم نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں تو (وہاں بیان ہونے والا) نتیجہ توبہ ہے۔ ہم کہتے ہیں: يَا وَلِيَّ اللّٰهِ إِنَّ بَيْنِي وَ بَيْنَ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ ذُنُوباً لَا يَأْتِي عَلَيْهَا إِلَّا رِضَاكُمْ؛ اے ولی خدا! میرے اور خدا کے درمیان گناہ حائل ہیں کہ جن سے مجھے نجات نہیں مل سکتی الا اس کے کہ آپ (میرے اور خدا کے) درمیان قدم رنجا فرما کر خدا کی بارگاہ میں میرے شفیع ہو جائیں۔ فَبِحَقِّ مَنِ ائْتَمَنَكُمْ عَلَى سِرِّهِ وَ اسْتَرْعَاكُمْ أَمْرَ خَلْقِهِ وَ قَرَنَ طَاعَتَكُمْ بِطَاعَتِهِ لَمَّا اسْتَوْهَبْتُمْ ذُنُوبِي وَ كُنْتُمْ شُفَعَائِي؛ اے ولی خدا میں آپ کو قسم دیتا ہوں اس خدا کے حق کی جس نے آپ کو اپنے رازوں پر امین قرار دیا ہے، اور اپنی مخلوق اور ان کی ہدایت (کے عہدے) کو آپ کے سپرد کیا ہے، جس نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے، خدا سے میرے گناہوں کے لیے بخشش طلب کیجیے اور بارگاہ الٰہی میں میرے شفیع بن جائیے، مجھے آپ سے شفاعت کی امید ہے۔ شفاعت کی امید بھی کوئی بنا حساب کے تھوڑی ہے، کیا امام معصوم ہر ایک کی شفاعت کریں گے؟ شفاعت رابطے کی محتاج ہے، اگر میں امام رضاؑ سے اپنے تمام رابطے توڑ کر بیٹھ جاؤں تو پھر کس شفاعت کی امید رکھ سکتا ہوں؟ اگر امیر المومنینؑ سے تمام پیوند توڑ بیٹھوں تو کس طرح شفاعت کی امید رکھ سکتا ہوں؟ لہٰذا جب ہم کہتے ہیں کہ ہمارے شفیع بن جائیے تو ہم اپنا رابطہ بھی بیان کرتے ہیں: فَإِنِّي لَكُمْ مُطِيعٌ مَنْ أَطَاعَكُمْ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَ مَنْ عَصَاكُمْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ؛ کیا ہی دلچسپ اور خوبصورت مطلب بیان کیا گیا ہے۔ پہلے کہتے ہیں کہ ہم گناہگار ہیں اور آپ کے لطف و عنایت اور شفاعت کے سوا ان گناہوں کی بخشش کی کوئی اور راہ نہیں، اس کے بعد کہتے ہیں: جس شفاعت کی ہمیں آپ سے امید ہے وہ اندھی بانٹ نہیں بلکہ: فَإِنِّي لَكُمْ مُطِيعٌ؛ میں آپ کا مطیع ہوں۔

جب ہم امام علی بن موسی الرضاؑ کی خدمت میں یہ زیارت پڑھ رہے ہوتے ہیں تو کیا ہم سچ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ میں آپ کا مطیع ہوں یا اس مقام پر بھی (نعوذ باللہ) امام سے غلط بیانی سے کام لے رہے ہوتے ہیں؟ کچھ افراد ایسے ہوتے ہیں جو سب سے جھوٹ بولتے ہیں، حتی خدا، رسولؐ اور امام سے بھی جھوٹ بولتے

Presented by Ziaraat.Com

ہیں۔ روز و شب میں کم از کم دس مرتبہ کہتے ہیں: ﴿إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسۡتَعِين﴾[1] اے خدا فقط تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد کے طالب ہیں۔ جب کہ یہ ہوا پرست بھی ہے، دنیا پرست بھی، شہوت پرست بھی اور شیطان پرست بھی، کیا میں جو سب سے جھوٹ بولتا ہوں، خدا سے بھی جھوٹ بولوں؟ (تو) امام علی رضاؑ کی قبر کے سامنے کھڑا کیا جھوٹ کہہ رہا ہے؟ کیوں غیبت کرتا ہے؟ کیوں خیانت آمیز گناہ انجام دیتا ہے؟ کیوں مختلف انواع کے گناہوں میں لتھڑا پڑا ہے؟

اس بنا پر مقامات عارفین و سالکین میں سے پہلا مرحلہ توبہ کا ہے۔ جب ہم زیارت جامعہ کے آخر میں پہنچتے ہیں تو ہماری روح اور جان توبہ کے لیے تیار ہو جاتی ہے، ہم مقامِ توبہ تک رسائی حاصل کرتے اور امامِ معصوم سے شفاعت کا تقاضہ کرتے ہیں۔

پانچواں حصہ: حاجات پیش کرنا

زیارت جامعہ کا پانچواں حصہ (بارگاہِ معصوم میں) حاجات پیش کرنے سے متعلق ہے۔ ہماری کچھ ایسی حاجات ہیں کہ جو اس زیارت میں بھی بیان ہوئی ہیں اور ہم انہیں (معصوم کی بارگاہ میں) عرض کرتے ہیں۔ ضمناً (عرض کرتا چلوں کہ) انسان کا حاجات رکھنا خدا کی نعمت ہے۔ اگر ہمیں مشکلات لاحق نہ ہوں تو شاید ہم زیارت کے لیے بہت ہی کم جائیں، لیکن جب ہمارا سامنا مشکلات سے ہوتا ہے، جب ہم بیمار ہو جاتے ہیں، جب ہم مادی یا معنوی مشکلات سے روبرو ہوتے ہیں تو زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ یہ لاکھوں افراد جو طولِ سال میں امام رضاؑ کی زیارت کے لیے آتے ہیں، ان کے آنے کا سبب کیا ہے؟ ان میں سے اکثریت کے آنے کی علت (امام کی بارگاہ میں) حاجات کا پیش کرنا ہے۔ حاجت رکھنا خدا کی نعمت اور زندگی میں کوئی حاجت نہ رکھنا عیب ہے۔ حاجت حرکت کا سبب ہے، یہی وہی وجہ ہے کہ خدا ہمیشہ اپنے دوستوں کو مشکلات میں ڈالتا رہتا ہے تاکہ ان کا رابطہ خدا سے منقطع نہ ہونے پائے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ

---

[1] فاتحہ: ۵۔

Presented by Ziaraat.Com

انسان مشکلات میں گھر جانے کی وجہ سے حضور قلب پیدا کرلیتا ہے، جو خود ایک دنیائے ارزش ہے۔ خدا اپنے بندے کو ایک مشکل میں مبتلا کرتا ہے تاکہ وہ اس کی بارگاہ میں آئے اور حضور قلب پیدا کرے۔

نمونے کے طور پر زیارت جامعہ کے ان چند جملوں پر توجہ فرمائیں، ہم اس زیارت کے ایک حصے میں پڑھتے ہیں: مُسْتَجِيرٌ بِكُمْ زَائِرٌ لَكُمْ لَائِذٌ عَائِذٌ بِقُبُورِكُمْ مُسْتَشْفِعٌ إِلَى اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ بِكُمْ وَ مُتَقَرِّبٌ بِكُمْ إِلَيْهِ وَ مُقَدِّمُكُمْ أَمَامَ طَلِبَتِي وَ حَوَائِجِي وَ إِرَادَتِي فِي كُلِّ أَحْوَالِي وَ أُمُورِي؛ اے امام معصوم میں آپ کی پناہ میں آیا ہوں، آپ کا زائر ہوں، آپ کی بارگاہ میں پناہ حاصل کرچکا ہوں، میں آپ کو بارگاہ خدا میں اپنا شفیع قرار دیتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ آپ کے وسیلے سے خدا کا قرب حاصل کروں اور آپ کو اپنی حاجات پر مقدم قرار دوں، میں اپنے تمام کاموں اور امور میں آپ کو سامنے رکھتا ہوں، میں (یہاں) آیا ہوں تاکہ آپ کے سائے میں میری مشکلات اور پریشانیاں دور ہو جائیں۔ البتہ لوگوں کی سوچ اور ہمت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ ہر کسی کو امام معصوم سے کچھ نہ کچھ چاہیے ہوتا ہے۔ بعض افراد کسی سادہ چیز کا تقاضا کرتے ہیں اور بعض ایک عالم باارزش چاہتے ہیں، ہر کوئی اپنی معرفت کے مطابق (مانگتا ہے)۔

چھٹا حصہ: اظہارِ عشق و محبت

زیارت جامعہ کا چھٹا حصہ کاملاً امام کی بارگاہ میں عشق و محبت کے اظہار سے متعلق ہے۔ زیارت جامعہ میں یہ عبارت پانچ مرتبہ آئی ہے: بِأَبِي أَنْتُمْ وَ أُمِّي وَ نَفْسِي وَ أَهْلِي وَ مَالِي؛ اے آئمہ معصومینؑ میرے ماں باپ، میری جان، میرا تمام مال، میرا سارا گھرانہ، بیوی بچے آپ پر فدا ہوں، کچھ جگہ یہ عبارت اسی انداز میں آئی ہے اور بعض جگھوں پر فقط اس کے پہلے چار یا تین حصے وارد ہوئے ہیں جن میں ہم اپنے ماں باپ، اور جان کو فدائے امام معصوم قرار دیتے ہیں۔ کیا واقعاً ہم سچ بولتے ہیں؟ یا جھوٹ؟ کیا ہم جانتے ہیں کہ اس جملے کے کیا معنی ہیں؟ یعنی میں آپ کی راہ میں حاضر ہوں ان سب کو آپ کے لیے چھوڑ سکتا ہوں، میں حاضر ہوں کہ اپنی جان آپ پر نثار کروں، اپنے ماں باپ کو آپ پر قربان کروں، اپنے تمام اعزاء اور بال بچوں کو آپ پر فدا کروں، اپنا تمام مال آپ کی راہ میں خرچ کردوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ جب ہم یہ زیارت نامہ پڑھ رہے ہوں تو

Presented by Ziaraat.Com

پانچ مرتبہ جھوٹ بولیں، اور جھوٹ بھی (کسی عام آدمی سے نہیں بلکہ) امام سے!! کیا تو اس بات کے لیے تیار ہے کہ امام کے لیے ہر چیز چھوڑ دے؟ جبکہ تو تو حرام کی ہاتھ لگی ایک پائی سے بھی صرف نظر نہیں کرتا! اپنے مال میں سے زکات و خمس نہیں دیتا، اپنے پڑوسیوں اور عزیزوں کا خیال نہیں رکھتا، کیا وہ امام رضاؑ کے شیعہ نہیں ہیں؟ کیا تو خود ہی نہیں کہہ رہا کہ (اے امام) میں اپنا تمام مال (آپ) پر لٹانے کو تیار ہوں؟ قرآن کہتا ہے: ﴿قُلْ إِنْ كانَ آباؤُكُمْ وَ أَبْناؤُكُمْ وَ إِخْوانُكُمْ وَ أَزْواجُكُمْ وَ عَشيرَتُكُمْ وَ أَمْوالٌ اقْتَرَفْتُمُوها وَ تِجارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسادَها وَ مَساكِنُ تَرْضَوْنَها أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَ رَسُولِهِ وَ جِهادٍ في سَبيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ﴾[1]

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے کہہ دو کہ اگر تمہارے اجداد، اولاد، برادران، ہمسران، خاندان، مال، اور تجارت کہ جس کے بے رونق ہونے سے ڈرتے ہو، آسودہ گھر کہ جو تمہارے اختیار میں ہیں، اگر یہ آٹھ چیزیں تمہیں خدا، رسول اور جہاد سے بہتر معلوم ہوتی ہیں تو جاؤ اور انتظار کرو کیونکہ تم اب تک کسی مقام تک نہیں پہنچے۔

انسان کس وقت کسی مقام تک پہنچ سکتا ہے؟ اس وقت جب وہ ان آٹھ چیزوں سے صرف نظر نہ کر لے۔ زیارت جامعہ کا یہ حصہ بہت اہم ہے، تمام چیزوں کو چھوڑ کر معرفت امام تک پہنچنا، اہم بات یہ ہے کہ جب انسان ان زیارت ناموں کو پڑھے تو ضروری ہے کہ سچ بول رہا ہو۔ (یعنی ان کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو)۔

زیارت نامہ ترجمانِ دل

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زیارت نامے پڑھتے وقت قصدِ انشاء نہیں کرنا چاہیے، جیسا کہ نماز میں ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾[2] پڑھتے وقت بھی بعض کا کہنا ہے کہ قصد انشاء نہیں ہونا چاہیے، (ان کا

---

[1] توبہ: ۲۴.

[2] فاتحہ: ۵.

Presented by Ziaraat.Com

کہنا ہے کہ)انشاء کا قصد کرنا قصدِ قرآن سے منافات رکھتا ہے، روایات میں آیا ہے کہ تمام قرآن خدا کی زبان سے ہے لیکن سورہ حمد ہماری زبان سے ہے، یعنی ہمیں سیکھایا جارہا ہے کہ اس طرح خدا سے ہمکلام ہونا ہے۔ ہمیں خدا سے ہمکلام ہونے کا طریقہ بھی خود خدا سے ہی سیکھنا چاہیے۔ ہم کیسے ایسی ہمکلامی کریں جو مقام خدا کے مطابق ہو۔ زیارت نامے اس لیے نہیں کہ ہم ان کے الفاظ فقط تبرک کے طور پر پڑھیں۔ بلکہ ضروری ہے کہ ان کے ایک ایک کلمے میں قصدِ انشاء ہو۔ قصدِ انشاء سے مراد یہ ہے کہ زیارت نامے کے جملے ہماری زبان حال اور ہماری روح و باطن سے برآمد ہوں۔ جب ہم کہیں کہ: بِأَبِي أَنْتُمْ وَأُمِّي؛ میرے ماں باپ آپ پر قربان، تو ہم اپنے ماں باپ کو امام رضاؑ پر قربان کرنے کے لیے راضی ہوں۔ جب ہم امام حسینؑ سے کہتے ہیں: یا لیتنا کنا معک؛ اے کاش کے ہم بھی روز عاشورا آپ کے ساتھ ہوتے، (سواب) اگر عاشورا برپا ہو جائے تو پھر امام حسینؑ کی رکاب میں رہنا نہ یہ کہ مفرور ہو جانا۔ ضروری ہے کہ زیارت کا مضمون ہماری زبان حال، ہمارے دل کا ترجمان اور ہماری روح و جان کی زبان ہو۔ لازم ہے کہ انشاء کا قصد ہو۔ قصدِ انشاء کے بغیر زیارت، زیارت نہیں ہے، جو الفاظ کہتے ہیں (بنا قصدِ انشاء) کے وہ بے معنی ہیں۔ کیا بے معنی الفاظ ایسے ارزشمند ہو سکتے ہیں ؟ زائر جو قدم بھی اٹھاتا ہے وہ حج و عمرے کا ثواب رکھتا ہے۔ وہ افراد جو اعتراض کرتے ہیں کہ اتنا ثواب کس چیز کے لیے ہے؟ ان کا جواب یہاں ہے کہ اگر انسان یہ زیارت نامے اپنی زبان روح سے پڑھے، اور ان کے مفہوم کو خود پر منطبق کرے تو ہر قدم حج و عمرے کا ثواب رکھتا ہے۔

سو زیارت کا یہ چھٹا حصہ جو پانچ مرتبہ تکرار کیا گیا ہے عشقِ بے انتہاء کا اظہار ہے۔ اپنا سب کچھ راہِ دوست میں قربان کرنا۔ بڑے ہی تعجب کی بات ہے کہ بعض افراد اپنے معشوق مجازی و مادی و جسمانی کے لیے تو سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں لیکن ولی خدا کے لیے (یہ سب کچھ کرنے کو) تیار نہیں ہوتے۔ امام علی بن موسی الرضاؑ کہ جو ولی اللہ اور باب اللہ ہیں کے لیے (یہ سب کچھ کرنے کو) تیار نہیں ہیں۔ پس ہم جھوٹ بولتے ہیں۔ کچھ شیعہ ہیں، کچھ مدعیان تشیع ہیں، بعض محب ہیں اور کچھ فقط محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، ہم ہر کسی سے جھوٹ بول سکتے ہیں لیکن اپنے آپ سے نہیں بول سکتے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے قلب کی جانب رجوع کریں اور دیکھیں کہ کیا ہم فقط دعوے کرتے ہیں یا کچھ واقعیت بھی ہے؟ کیا ہم واقعاً

Presented by Ziaraat.Com

محب، عاشق، مخلص اور فدائی ہیں یا نہیں؟ کہیں (یہ سب) ان تکلفات میں سے تو نہیں جو لوگ ایک دوسرے سے کہتے پھرتے ہیں کہ میں آپ کا مخلص، میں آپ پر قربان۔ کیا یہ سب لوگ اس لیے زیارت امام کے لیے جاتے ہیں اور اتنی زحمتیں اٹھاتے ہیں تا کہ امام کے سامنے جا کر بھی تکلفاتی (کلمات) دھرائیں؟

امام صادقؑ میقات میں

جب امام صادقؑ میقات پہنچے؛ یعنی اس جگہ جہاں سے حجاج کرام احرام باندھتے اور تمام مادی علائم کو خود سے جدا کرتے ہوئے خدا کی طرف چل پڑتے ہیں۔ امام صادقؑ چاہتے ہیں کہ لبیک کہیں کہ یکایک امام کی حالت منقلب ہوگئی، دوسری بار، تیسری بار، لیکن امام کی زبان نہیں چلتی، امام کے اصحاب میں سے ایک نے عرض کی یابن رسول اللہ ﷺ بس اب لبیک کہیے اور احرام باندھیے۔ آپ نے فرمایا: میں جانتا ہوں اور کہوں گا لیکن میں ڈرتا ہوں کہ لبیک کہوں، (کہوں کہ) اے خدا میں نے تیری دعوت کو قبول کیا، تیرا مہمان ہوں لیکن خدا کہہ دے لا لبیک، میں نے تجھے دعوت نہیں دی، میں تجھے بطور مہمان قبول نہیں کرتا، جب امام معصومؑ ایسا کہے (تو ہم تو کسی گنتی میں ہی نہیں)۔[1]

زیارت یا تربیتی درس

ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہونا چاہیے کہ جب ہم یہ کہنا چاہیں کہ بِأَبِي أَنْتُمْ وَأُمِّي وَنَفْسِي وَأَهْلِي وَمَالِي؛ تو ہماری زبان گردش نہ کرے۔ زیارت کلاسِ تربیت اور زیارت نامہ نصاب تربیت اور معارف اسلامی پر مشتمل مجموعے ہیں۔ یہ وہ مجموعے ہیں جو اسباب سعادت بشر (فراہم کرتے) ہیں۔ ہم نے اس بات کو بہت ہی سادہ سمجھ لیا ہے، زیارت نامے تیزی سے پڑھتے ہیں اور بس جلدی جلدی صفحے پلٹتے ہیں، اس فکر میں رہتے ہیں کہ زیارت ختم ہوئی یا نہیں؟ بعض اوقات تو حوصلہ ہی ختم ہو جاتا ہے کہ یہ زیارت جامعہ کتنی طویل ہے! آخر

---

[1] البتہ امام کا یہ کہنا اس وجہ سے نہیں تھا کہ خدانخواستہ ان سے کوئی گناہ یا عمل قبیح سرزد ہوا تھا بلکہ امام کے یہ جملے تو ان کے خوف خدا کی آخری منزل اور معرفت الٰہی میں راسخ ہونے کے بیانگر ہیں۔ (مترجم)

Presented by Ziaraat.Com

کب ختم ہو گی؟ یہ زیارت نہیں ہے۔ ہم فقط زائرین کے انبوہ میں داخل ہو جاتے ہیں اس امید کے ساتھ کہ یہ جو امام رضاؑ کی قبر کو ہزاروں افراد نے اپنے حلقے میں لے رکھا ہے شاید ان میں دو نفر ایسے ہوں جو حقیقی زائر ہوں اور میرا بدن ان کے بدن سے مس ہو جائے، (یہ) شاید وہ ہوں جو زیارت نامے کو اپنے عمق قلب سے پڑھتے ہیں اور یہ ان کی زبان حال ہوتی ہے۔ اگر ان سے کہا جائے کہ اپنا سب کچھ امام رضاؑ کی راہ میں لٹادو تو وہ کہیں گے: (یہ لو میں اپنا سب کچھ دیتا ہوں) خداحافظ! امام کے لیے اپنا سب کچھ چھوڑتا ہوں۔ زائر تو بہت ہیں مگر زائر حقیقی کم ہیں، حاجی تو بہت ہیں مگر حقیقی حاجی کم ہیں، جغرافیائی اور ماں باپ سے ارث میں اسلام پانے والے مسلمان تو بہت ہیں لیکن حقیقی مسلمان کم ہیں۔ آپ کو کیا لگتا ہے کہ پورے سال میں امام علی رضاؑ کی قبر کے پر کتنے حقیقی زائر آتے ہونگے کہ جن کے آنے کا انتظار خود امام فرماتے ہیں؟ ایسے زائر، زواروں کی جمعیت میں ستارے اور سورج کی طرح چمکتے ہیں، میں انہیں دیکھنے کی قابلیت نہیں رکھتا لیکن وہ چمکتے ہیں اور امام معصوم انہیں دیکھتے ہیں۔ بہر حال زیارت ناموں میں بہت سے عاشقانہ جملے موجود ہیں کہ اگر ان جملوں پر صحیح انداز میں عمل پیرا ہوا جائے تو یہ انسان کی تربیت کرتے ہیں۔

ساتواں حصہ: امام مہدیؑ کے ظہور کا انتظار

اس زیارت کا ساتواں اور آخری حصہ جو چند مرتبہ تکرار کیا گیا ہے، امام مہدیؑ کے انتظار سے متعلق ہے۔ ہم زیارت جامعہ میں متعدد مقامات پر کہتے ہیں کہ ہم آپ کی حکومت کے منتظر ہیں، آپ کے مہدیؑ کے انتظار میں ہیں۔ نمونے کے طور پر ان جملوں کی جانب توجہ فرمائیں:

مُنْتَظِرٌ لِأَمْرِكُمْ مُرْتَقِبٌ لِدَوْلَتِكُمْ آخِذٌ بِقَوْلِكُمْ عَامِلٌ بِأَمْرِكُمْ: میں آپ کے امر کا منتظر یعنی ظہور کا منتظر ہوں، (یہاں) امر بمعنی حکومت ہے، آپ کی حکومت کے انتظار میں ہوں، آپ کے حکم کا مطیع ہوں، میں نے اپنی آنکھیں اور کان آپ کے حکم پر لگا رکھے ہیں۔ مُؤْمِنٌ بِسِرِّكُمْ وَ عَلَانِيَتِكُمْ: میں آپ کے سر و پنہان پر ایمان رکھتا ہوں، میں آپ کے آشکار و ظاہر پر ایمان رکھتا ہوں، پنہان کون ہے؟ امام غائب۔ اور آشکار (کون ہے) امام ظاہر (جو ان سے پہلے تھے)۔ شَاهِدِكُمْ وَ غَائِبِكُمْ وَ أَوَّلِكُمْ وَ آخِرِكُمْ: میں آپ (میں سے)

Presented by Ziaraat.Com

امام ظاہر وامام غائب (دونوں) پر ایمان رکھتا ہوں۔ میں علیؑ و مہدیؑ پر ایمان رکھتا ہوں۔ یہ امام عصرؑ کے ظہور کے انتظار کی طرف اشارہ ہے۔ ایک اور مقام پر کہتے ہیں: وَ نُصْرَتِي لَكُمْ مُعَدَّةٌ حَتَّى يُحْيِيَ اللَّهُ دِينَهُ بِكُمْ وَ يَرُدَّكُمْ فِي أَيَّامِهِ وَ يُظْهِرَكُمْ لِعَدْلِهِ وَ يُمَكِّنَكُمْ فِي أَرْضِهِ فَمَعَكُمْ مَعَكُمْ لَا مَعَ عَدُوِّكُمْ؛ اے میرے امام! میری مدد ونصرت آپ کے لیے اور آپ کے مہدیؑ کے لیے ہے یہاں تک کہ خداوند متعال اپنے دین کو آپ کے وسیلے سے زندہ کرے، اور آپ کو آپ کے ایام کی جانب پلٹادے، آپ کو عالمی عدالت قائم کرنے کے لیے ظاہر کرے اور تمام زمین کو آپ کے پرچم تلے قرار دے۔ اس دن میں آپ کے علم تلے ہونگا نہ کہ آپ کے دشمن کے پرچم کے نیچے۔ کیا میں سچ بولتا ہوں کہ میں منتظر ہوں یا یہ جھوٹ ہے؟

انتظار کی تفسیر

انتظار کیا ہے؟ انتظارِ ظہور ولیِ عصرؑ کہ جس کی اتنی فضیلت ہے اور یہ بالاترین عبادت ہے کہ کوئی عبادت بھی اس انتظار جتنی اہمیت کی حامل نہیں، کا کیا مطلب ہے؟

انتظار دو عناصر یا اجزاء سے مرکب ہے، (ان میں سے) ایک منفی اور دوسرا مثبت ہے۔ مثال کے طور پر جب میں یہ کہتا ہوں کہ میں اپنے اس بیمار کی شفایابی کے انتظار میں ہوں تو اس انتظار کے کیا معنی ہیں؟ (اس میں ایک پہلو) نفی کا ہے اور دوسرا اثبات کا۔ منفی یہ ہے کہ میں اس بیمار کی (حالیہ) وضیعت سے تکلیف میں ہوں اور مثبت یہ ہے کہ میں اس کی سلامتی چاہتا ہوں، پس انتظار بیماری کی نفی اور سلامتی کا تقاضا کرتا ہے۔ اگر ہم بیمار کی بیماری پر راضی ہو جائیں تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کی سلامتی کے منتظر ہیں۔ ہم اس چیز کے منتظر ہیں کہ فلاں جنگ اسلام اور مسلمانوں کے نفع میں ختم ہو۔ انتظار کے معنی کیا ہے؟ یعنی میں موجودہ حالات سے خوش نہیں ہوں اور اس سے مختلف حالات کا خواہاں ہوں۔ امام زمانہؑ کا انتظار کرنے کے بھی یہی معنی ہیں یعنی میں دنیا کی موجودہ حالت سے خوش نہیں ہوں اور دوسری حالت کا طلبگار ہوں۔ میں ظلم و جور، بے عدالتی اور حق کشی سے بیزار ہوں، میں حرام خوری، غیبت کرنے اور تہمت لگانے سے بیزار ہوں، میں تو

Presented by Ziaraat.Com

عدالت، پاکی، تقویٰ، عدل و عدالت کا خواہاں ہوں۔ عدالت کے معنی اُن کی نفی اور اِن کا اثبات ہے۔ جب میں کہتا ہوں کہ میں آپ کے امر کا منتظر ہوں تو کیا سچ کہتا ہوں؟ کیا میں ان تمام آلودگیوں سے جنہوں نے آج کی دنیا کو تیرو تاریک کرر کھا ہے بیزار ہوں؟ کیا میں ان میں سے کسی کا بھی ہم نوا نہیں اور عدالت و تقویٰ اور حق کا طلبگار ہوں؟ اگر میں سچ بول رہا ہوں تو ایک حقیقی و واقعی منتظر ہوں۔

وہ نعرے لگانے والے جو تصفیے میں شامل ہونگے

بہت سے افراد ایسے ہیں جو امام زمانہؑ کے لیے نعرہ تو لگاتے ہیں لیکن امام کے ظہور کے منتظر نہیں ہیں۔ ان میں سے کچھ اتنے آلودہ ہیں کہ اگر امام کا ظہور ہو جائے تو یہ تصفیہ ہونے والے افراد میں شامل ہونگے۔ منتظر یعنی تمام گناہوں سے پاک ہو جانے والا، اگر میں گناہگاروں کی صف میں کھڑا ہوں تو کیسے اس امام کا منتظر ہو سکتا ہوں جس نے گناہگاروں پر ضربیں لگانی ہیں؟ این هادم ابنية الشرک و النفاق ؛ اگر میں منافق ہوں، اگر میری ذات میں شرک خفی و جلی موجود ہے تو میں کیسے اس امام کا منتظر ہو سکتا ہوں جو کفر و شرک کا نابود کرنے والا ہے؟ اگر ہم میں واقعاً حالت انتظار پیدا ہو جائے اور ہم تمام موجودہ آلودگیوں سے دور اور اس پاکی، تقویٰ و عدالت کہ جسے امام زمانہؑ نے پھیلانا ہے کے خواہاں ہو جائیں، تو یہ بزرگ ترین عبادت ہے۔ ایسا انتظار مکتبِ تربیت اور انسان سازی کا وسیلہ ہے۔ انتظار شیعوں کو دھو ڈالتا ہے، انہیں پاک کرتا ہے۔ جب آپ رات میں سوتے ہیں تو ضروری ہے کہ (اس بات کے) منتظر رہیں کہ جب آپ صبح کو بیدار ہوں تو امام کا ظہور ہو چکا ہو؛ یعنی جب رات میں سونے لیٹو تو تمہاری گردن پر کسی کا حق نہ ہو ورنہ یہ کون سا انتظار ہے؟

یہ ساتواں حصہ تھا، امید ہے کہ جب بھی ہم امام علی بن موسی الرضاؑ کی قبر کے سامنے کھڑے ہوں گے تو زیارت جامعہ کے ایک ایک کلمے پر اپنے کل وجود کے ساتھ عمل پیرا ہونگے، اور زیارت سے لذت حاصل کریں گے، وہ لذت جو تمام لذتوں سے بالاتر ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

پانچویں فصل

شرحِ زیارتِ جامعۂ کبیرہ

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ

سلام کیا ہے؟

سلام کے چار معنی ہیں:

Presented by Ziaraat.Com

۱۔ عیب و نقص اور دنیا و آخرت کی آفات سے سلامتی کی دعا۔ جب ہم کسی کو السلام علیکم کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا تجھے دنیا و آخرت کی آفات سے دور فرمائے، خدا تجھے سالم رکھے اور تو بے عیب رہے۔

۲۔ سلام کے دوسرے معنی صلح کے ہیں۔ قرآن کہتا ہے: ﴿وَ لا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقى إِلَيْكُمُ السَّلامَ لَسْتَ مُؤْمِنا﴾[1] اگر کوئی تم سے یہ کہے کہ صلح اور میں مسلمان اور تسلیم ہوں، تو تم نہ کہو کہ مسلمان نہیں؛ سلام بے معنی صلح ہے، صلح و صفا کے ساتھ رہنا، شاید جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے پاس جا کر السلام علیکم کہتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے میں صلح و صفا سے آرہا ہوں اور عین اس حال میں تیری سلامتی کی بھی دعا کرتا ہوں۔

۳۔ تیسرا معنی تقاضائے رحمت ہے، یعنی خدا سے رحمت کا تقاضا کرنا۔

۴۔ سلام خدا کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اور خدا عیب و نقص سے پاک ہے۔ قرآن کہتا ہے:
﴿هُوَ اللَّهُ الَّذي لا إِلهَ إِلاَّ هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلامُ الْمُؤْمِن﴾[2]

جب ہم آئمہ میں سے کسی ایک کی مرقد مطہر کے سامنے کھڑے ہو کر السلام علیکم کہتے ہیں تو اس کے معنی تقاضائے رحمت کے ہوتے ہیں، یعنی آپ پر خدا کی رحمت ہو، اس کے معنی تقریبا صلوات کے قریب الافق ہیں لیکن سلام کے معنی زیادہ وسیع ہیں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ خدا نے بھی قرآن میں انبیاء پر سلام بھیجا ہے۔[3] یعنی خدا کہتا ہے سلام علیکم؛ خدا کا سلام کرنا رحمتِ خدا ہے جو وہ ان ہستیوں پر بھیجتا ہے۔ لیکن جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہنچتا ہے تو لحن بدل

---

[1] نساء: ۹۴.

[2] حشر: ۲۳.

[3] ﴿وَ سَلامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَ يَوْمَ يَمُوتُ وَ يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا﴾ (مریم: ۱۵)؛ ﴿سَلامٌ عَلى نُوحٍ فِي الْعالَمين﴾ (صافات: ۷۹)؛ ﴿سَلامٌ عَلى إِبْراهيم﴾ (صافات: ۱۰۹)؛ ﴿سَلامٌ عَلى مُوسى وَ هارُونَ﴾ (صافات: ۱۲۰)؛ ﴿سَلامٌ عَلى إِلْ ياسين﴾ (صافات: ۱۳۰)؛ ﴿وَ سَلامٌ عَلَى الْمُرْسَلينَ﴾ (صافات: ۱۸۱).

Presented by Ziaraat.Com

جاتا ہے اور ایسے گویا ہوتا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَ مَلائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوا تَسْليماً﴾[1] یصلون فعل مضارع ہے جو استمرار پر دلالت کرتا ہے یعنی خدا لگاتار، شب و روز، ہر ماہ و سال، رسول اللہ ﷺ پر سلام و درود بھیجتا رہتا ہے۔ نوحؑ کے بارے میں فقط ایک بار کہا [نوح پر سلام ہو] لیکن رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ خود بھی اور اس کے فرشتے بھی لگاتار سلام بھیجتے ہیں، اس لیے اے ایمان والوں تم بھی (رسول اللہ ﷺ کے لیے) مسلسل طلبِ رحمت کرو اور ان کے سامنے تسلیم ہو جاؤ۔ تسلیم کے معنی کیا ہیں؟ قرآن نے اس کے معنی ایک اور آیت میں بیان کیے: ﴿فَلا وَ رَبِّكَ لا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فيما شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لا يَجِدُوا في أَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوا تَسْليماً﴾[2] اے رسول ﷺ تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک حقیقی مومن نہیں ہو سکتے جب تک باہمی اختلافات میں تجھے اپنا داور اور قاضی نہ مان لیں اور جب تو ان کے درمیان فیصلہ کر دے تو تیرے سامنے تسلیم ہو جائیں، یہاں تک کہ ان کے دل میں بھی تیرے حکم کو لے کر سوئی برابر احساسِ رنج نہ ہو۔ یعنی اگر آج امام زمانہؑ تشریف لے آئیں اور تجھ سے کہیں کہ: تیرا گھر، اور تیری یہ زندگی حرام ہے، اور تو اس کے باوجود بھی دل میں رتی برابر احساس رنج نہ دیکھے، زبان کی بات نہیں بلکہ اگر دل میں بھی احساسِ رنج محسوس کرے تو (جان لے کہ تو) حقیقی مومن نہیں ہے۔ اب ہمیں دیکھنا ہے کہ اگر آئمہ ہمارے بارے میں کوئی فیصلہ کریں تو ہم ان کے حکم پر کس قدر تسلیم ہوتے ہیں۔ اگر زبان سے تو کہہ دیں کہ ہاں ہم راضی ہیں لیکن دل میں غم و رنج کا ایک طوفان برپا ہو، اور ہم کہیں کہ کیونکہ رسول اللہ ﷺ (یا آئمہ) نے کہا ہے اس لیے برداشت کر رہے ہیں، تو اس کا کوئی فائدہ نہیں، ضروری ہے کہ دل سے بھی خوشنود ہوں اور کہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے اور جو کچھ بھی انہوں نے کہہ دیا ہے وہ صحیح ہے۔

---

[1] احزاب: ۵۶.

[2] نساء: ۶۵.

Presented by Ziaraat.Com

سلام، اہل بہشت کی تحیت

قرآن کہتا ہے کہ سلام فقط اہل دنیا کی ہی تحیت نہیں بلکہ قیامت میں اہل بہشت کی تحیت بھی یہی ہو گی۔ کچھ فرشتے جنت کے دروازے پر کھڑے بہشتیوں کے منتظر ہونگے تاکہ ان کا استقبال کریں، جب یہ وہاں پہنچیں گے تو وہ انہیں سلام کریں گے، جب بہشتی افراد جنت میں داخل ہو جائیں گے تو قرآن کہتا ہے کہ فرشتے گروہ در گروہ ان کی زیارت کرنے کے لیے آئیں گے، بالکل ویسے ہی جیسے کوئی محترم شخص نیا نیا کسی گھر میں وارد ہوتا ہے تو لوگ اسے دیکھنے، اس سے ملنے اور نئے گھر کی مبارکباد دینے آتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے: ﴿وَ الْمَلائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بابٍ * سَلامٌ عَلَيْكُمْ بِما صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾[1] ملائکہ جنت کے ہر دروازے سے داخل ہونگے اور (کہیں گے) سلام ہو تم پر۔ یہ سلام و درود کس لیے؟ یہ رحمت خدا کس لیے؟ آفات سے سلامتی کس لیے؟ یہ عذاب سے سلامتی کس لیے؟ بِما صَبَرْتُمْ سارا مطلب اس جملے میں خلاصہ کر دیا گیا ہے، صبر، استقامت، مقاومت، تمام عبادات، طاعات اور ترک گناہ اسی کلمۂ صبر میں موجود ہیں۔ صبر در اطاعت، صبر در معصیت و ہوائے نفس، صبر در مصیبت۔ ایک اور جگہ پر یوں آیا ہے: ﴿لا يَسْمَعُونَ فيها لَغْواً وَ لا تَأْثيماً * إِلاَّ قيلاً سَلاماً سَلاماً﴾[2] جنت میں لغو اور بے ہودہ کلام کی جا نہیں، وہاں تو مسلسل ایک دوسرے پر سلام کرتے ہوں گے، سلام یہی ہر قسم کی آفات سے دور ہونا ہے، سلام صلح و صفا ہے، رحمت خدا ہے، تسلیم کی نشانی ہے۔

سلام وسیع معنی رکھتا ہے، ہمیں (چاہیے کہ) ایک دوسرے کو سلام کریں اور اچھے جواب سے نوازیں، جان و دل سے سلام کریں۔ دوسرے کے لیے حقیقی (معنی) میں سلامتی کے خواہاں ہوں، صلح و صفا کے ساتھ کلام کریں، دلوں سے کینہ نکال پھینکیں۔ جب ہم امام رضاؑ کی قبر مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر زیارت جامعہ پڑھتے ہوئے کہتے ہیں: السَّلامُ عَلَيْكُمْ يا أَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ؛ اور ایک کے بعد ایک سلام کہتے چلے جاتے

---

[1] رعد: ۲۴.

[2] واقعہ: ۲۵-۲۶.

Presented by Ziaraat.Com

ہیں، تو ہمیں چاہیے کہ یہیں سے (درس) سیکھیں اور امام علی بن موسی الرضاؑ کے شیعوں کو بھی سلام کریں، لیکن (اس سلام کی ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ) ایسا سلام کریں جو مفہوم کا حامل ہو (یعنی اپنی روح باطن رکھتا ہو نہ کہ فقط تکرار الفاظ تک محدود رہے)۔

آئمہ معصومینؑ کا اہم ترین امتیاز

زیارت جامعہ کے شروع میں پانچ سلام ہیں۔ ہم پانچ مرتبہ آئمہ معصومینؑ کو سلام کرتے اور ان کی صفات کو بیان کرتے ہیں۔ پہلے ہی سلام میں آئمہ کی انیس صفات بیان ہوئی ہیں؛ اس صورت میں: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَ مَوْضِعَ الرِّسَالَةِ وَ مُخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةِ وَ مَهْبِطَ الْوَحْيِ: سلام ہو آپ پر اے خاندان نبوت اور اے محل رسالت، اور وہ کہ جن کے گھر میں ملائکہ کی آمد و رفت رہی، جنہوں نے آغوش وحی اور دامن نبوت میں پرورش پائی، آپ کا علم، وحی خدا کے بے پایاں علم سے متصل ہے، (یہ اصل میں) علم الٰہی ہے۔ یہ چاروں صفات ایک ہی محور کی حامل ہیں لیکن مختلف تعابیر کے ساتھ۔ کبھی یہ تعبیریں وارد ہوئی ہیں: وَ سُلَالَةَ النَّبِيِّينَ وَ صَفْوَةَ الْمُرْسَلِينَ وَ عِتْرَةَ خِيَرَةِ رَبِّ الْعَالَمِينَ: سلام ہو ان پر جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا نچوڑ ہیں اور رسولوں میں سے بہترین نبی کی عترت ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ آئمہ کے لیے اہم ترین امتیاز خاندان وحی میں پرورش پانا ہے؛ أَهْلُ بَيْتِ النُّبُوَّةِ؛ ہونا ہے، مَهْبِطُ الْوَحْيِ ہونا ہے، مُخْتَلَفُ الْمَلَائِكَةِ ہونا ہے، سُلَالَةُ النَّبِيِّينَ ہونا ہے، عِتْرَةُ خِيَرَةِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ہونا ہے۔ ان کا افتخار یہ ہے کہ انہوں نے اس گھرانے میں پرورش پائی ہے؛ یعنی آپ کوئی عام بشر نہیں ہیں، آپ خدا سے براہ راست ارتباط رکھتے ہیں، جو کچھ بھی حاصل کرتے ہیں خدا کے یہاں سے حاصل کرتے ہیں، اپنی جانب سے کچھ نہیں کہتے۔ آپ عقلی استدلال کے پیچھے دوڑنے والے نہیں ہیں کہ جس میں بعض افراد غلطی کا شکار ہو جاتے ہیں، آپ تو وحی کا پیچھا کرنے والے ہیں، آپ عقلی استدلالات کو بھی وحی کی راہ میں بیان کرتے ہیں۔ یہ آپ کا بزرگ ترین افتخار ہے۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ زیارت جامعہ کے اس حصے میں وہ صفات بیان ہوئی ہیں کہ دشمن بھی ان صفات کا انکار نہیں کر سکتے۔ کون ہے جو انکار کرے کہ آئمہ ہدیٰؑ خاندانِ وحی ہیں؟

Presented by Ziaraat.Com

حدیثِ ثقلین

دراصل یہ جملہ حدیثِ ثقلین کی جانب اشارہ ہے۔ وہی حدیث جسے شیعہ و سنی دونوں نے متواتراً نقل کیاہے اور میرے عقیدے کے مطابق کوئی سند اس حدیث کی سند جتنی اہمیت (قیمت) نہیں رکھتی۔ اس کی سند محکم ہے۔ اس کی دلالت حدیثِ غدیر سے بھی زیادہ روشن تر ہے۔ اگرچہ حدیثِ غدیر بھی واضح ہے لیکن (لوگوں) نے اس کے بارے میں بہانہ جوئی سے کام لیاہے جس کے جواب بھی دیے جاچکے ہیں، لیکن ایسی بہانہ جوئیاں حدیثِ ثقلین کے بارے میں نہیں کی جاسکتیں؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللهِ وَ عِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا أَبَداً إِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ»[1] میں تمہارے درمیان سے جارہاہوں اور دو گرانقدر چیزیں تمہارے درمیان چھوڑے جارہاہوں ایک قرآن اور دوسری میری عترت اہلبیت، اگر ان کے دامن سے متمسک رہوگے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے، اور یہ ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہونگی یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر تک پہنچ جائیں۔ کیا شیعہ و سنی حضرات نے اس حدیث کو متواتراً نقل نہیں کیا؟ یہ لوگ خدا کو کیا جواب دینگے؟ میں تو کہوں گا: خدایا میں جب چاہتا تھا کہ فقہی مسائل کا مطالعہ کروں تو قرآن کی جانب بھی رجوع کرتا تھا اور احادیث عترت بھی دیکھتا تھا، مگر یہ لوگ کیا کہیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: اگر چاہتے ہو کہ گمراہ نہ ہو تو ان دونوں سے دستبردار نہ ہونا، اور یہ دونوں بھی ایک دوسرے سے جدا ہونے والے نہیں۔ قرآن کا عترت سے اور عترت کا قرآن سے جدا ہونا محال ہے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی تنہا کافی نہیں۔ قرآن بہت ہی باعظمت ہے لیکن کلیات (پر مشتمل) ہے، وہ شرح کا محتاج ہے، اس کی شرح اہلبیتؑ نے کی ہے۔ آؤ اور دیکھو کہ جنہوں نے دامنِ اہلبیت سے ہاتھ اٹھایا وہ کون سی گمراہ وادیوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔

فقہی مسائل میں اہلسنت کی مشکلات

---

[1] بحار الانوار: ج ۲، ص ۱۰۰؛ الغدیر: ج ۱، ص ۱۷۶؛ اس حدیث کی دیگر اسناد اور طرق دیکھنے کے لیے آیت اللہ سید حامد حسین موسوی الہندی کی کتاب عبقات الانوار، جلد حدیث ثقلین کی جانب رجوع کیجیے۔

Presented by Ziaraat.Com

علمائے اہلِ تسنن کے پاس مسائل فقہی کے لیے روائی سرمایہ کم ہے۔ کیونکہ قرآن میں تو احکام کے بارے میں کلیات بیان ہوئی ہیں، اور انہوں نے بابِ فقہ میں جو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی ہیں وہ محدود ہیں، جس کی وجہ سے وہ فقہی مسائل میں معطلی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ احکامِ الٰہی کو کس طرح حل کریں۔ ناچار قیاس واستحسان اور بے سر و پا خیال و گمان کا سہارا لیتے ہیں، اور بہت سے مقامات پر غلطی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لیکن اہلِ تشیع کے پاس بہت احادیث ہیں۔ ابوابِ فقہ میں سے ہر باب میں ہمارے پاس (وافر مقدار میں) احادیث موجود ہیں، فقہی مسائل میں ہمارے ہاتھ خالی نہیں ہیں ۔ ہم ہر چیز تک قال امیر المومنینؑ، قال الامام الصادقؑ، قال الباقرؑ، قال علی بن موسی الرضاؑ کے ذریعے پہنچ جاتے ہیں۔ ہم ظن و قیاس واستحسان کے پیچھے نہیں بھاگتے۔ کیا فقہِ اسلامی مسائل مستحدثہ (یعنی وہ مسائل جو پہلے موجود نہیں تھے اور ہم آج ان میں مبتلا ہوئے ہیں، جیسے اعضاء کی پیوند کاری، یا بینک کاری و بیمے کے مسائل) کے سلسلے میں کوئی جواب (اور حل) رکھتی ہے یا نہیں؟ اگر ہم کہیں کہ نہیں رکھتی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ فقہ اسلامی قیامت تک آنے والے انسانوں (کے مسائل) کا جواب دینے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ یعنی ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾[1] کی آیت صحیح نہیں تھی کیونکہ اگر دین کامل اور خاتم الادیان تھا تو اس پر لازم ہے کہ قیامت تک آنے والے تمام سوالات کا جواب دے۔ اگر ایک سوال بھی بنا جواب کے رہ جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دین ناقص ہے۔ جب اہلسنت اس مسئلے تک پہنچتے ہیں تو واقعاً بہت بڑی مشکل میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ لیکن ہم تک آئمہ اہلبیتؑ کے توسط سے کچھ کلی اصول پہنچے ہیں کہ جب ہم ان کے سائے میں آگے بڑھتے ہیں تو تمام مسائلِ مستحدثہ کا جواب ڈھونڈ لیتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ شیعہ فقہ ان مسائل میں معطلی کا شکار نہیں ہوتی؟ اس لیے کیونکہ ان کے پاس حدیثِ ثقلین ہے، اپنی قدر جانوں کہ تم شیعہ ہو۔ اگر شب و روز فقط اسی ایک نعمتِ ولایت اور تشیع پر خدا کی حمد کرو تب بھی اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔

[1] مائدہ: ۳.

Presented by Ziaraat.Com

میں آج ماتمیوں کے دستے کے پاس سے گزر رہا تھا تو اس فکر میں ڈوب گیا کہ یہ کیا طریقہ ہے؟ یہ کیا غوغا ہے؟ کس نے ہمیں زیارتِ امام رضاؑ پر جانا سکھایا؟ کس نے ہمیں عزاداری کرنا سکھائی؟ کس نے ہمیں (ان کاموں کے لیے) تشویق دلائی؟ ہر گاؤں سے امام کی قبر کی زیارت کے لیے ایک ماتمی دستہ آیا ہوا تھا۔ (یہ اعمال) اسلام اور تشیع کی رگوں میں تازہ خون جاری کرتے ہیں۔

کیا تمہیں معلوم ہے۔۔۔!

کیا تمہیں معلوم ہے کہ سعودی عرب میں جوانوں کی اکثریت کمیونسٹ ہوگئی ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ان کی رگوں میں خون (کی گرم جوشی اور روانی) برقرار رکھے۔ میں نے دیکھا کہ ایک بچے نے دو زنجیروں کی لڑیوں پر مشتمل غنچہ بنایا ہوا تھا اور وہ ایک دستے میں زنجیر زنی میں مشغول تھا۔ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ یہ دستے، یہ زیارات، یہ تہذیب جو (آپ) لوگوں کے پاس ہے کیا اثر رکھتی ہے؟ کمیونسٹ کتنی بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں کہ (وہ سمجھتے ہیں کہ) فقط مارکس اور انگلیس کی چند کتابوں کے زور پر لوگوں سے ایسی راسخ تہذیب چھین لیں گے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ ایسی تہذیب کو باآسانی چھین لیں؟ کیا غوغا ہے؟ مرد و زن، چھوٹے بڑے (سب کے سب) اس آواز و صدا عظیم میں شامل ہیں۔ یہ سب خدا کی نعمتیں ہیں اور ہمیں ان کی قدر کرنی چاہیے۔

شیعوں کے دو سرمائے

جن دنوں میں مجھے مہرباد جلاوطن کر دیا تھا۔ (میں نے دیکھا کہ) وہاں لوگوں کے قیام کی کوئی آواز تک نہیں تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی اور ملک ہے۔ ایک دن میں نے وہاں کے ایک اہلسنت عالم سے کہا: اس ملک میں سب نے طاغوتی (نظام) کے خلاف قیام کیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ آپ ان کی ہمراہی نہیں کرتے؟ اس نے جواب میں کہا: تم ہمارا مقائسہ اپنے ساتھ نہ کرو۔ علمائے تشیع کا معاملہ ہم سے جدا ہے۔ میں نے کہا: کیوں؟ وہ بولا: تمہارے پاس دو ایسے امتیاز ہیں جو ہمارے پاس نہیں، تم دو ایسے سرمائے رکھتے ہو کہ ہمارے پاس نہیں؛

Presented by Ziaraat.Com

پہلا تو یہ کہ ہماری زندگی حکومت کے دست نگر ہے، حکومت ہمارے شہر کے بڑے عالم کو اوقاف میں سے ماہانہ سات لاکھ تومان دیتی ہے اور اس کی زندگی کا دار و مدار اسی پر ہے۔ لیکن تمہارے حوزہ ہائے علمیہ خود اپنے میں ایک حکومت ہیں۔ تم لوگ اپنے آئمہ کی تعلیمات کے زیر اثر اس بات کے معتقد ہو کہ تمام اموال اور منافع پر خمس واجب ہے اور ضروری ہے کہ لوگ اپنے مال کا بیس فیصد آئمہ معصومینؑ کے جانشینوں کو دیں۔ تم اپنے حوزہ ہائے علمیہ اور تبلیغات کے اخراجات وہیں سے پورے کرتے ہو۔ تم لوگ خود ایک حکومت ہو اور ہم (دوسری حکومتوں سے) وابستہ ہیں۔ دوسری چیز یہ ہے کہ ہمارے پیچھے عوام نہیں آتی۔ سات آٹھ افراد کا جمع کرنا بھی ایک دردِ سر ہے لیکن تم امام حسینؑ کے نام پر فقط ایک سیاہ پرچم بلند کر کے لہراتے ہو اور ہزاروں افراد (اس کے سائے تلے) جمع ہو جاتے ہیں۔ تم سیاسی باتیں، اجتماعی مطالب، کمیونسٹوں کے ساتھ مبازرہ، سب کچھ امام حسینؑ کے پرچم تلے انجام دیتے ہو۔ مجھے اس دن سمجھ میں آیا کہ مسئلہ خمس اپنے وسیع تر معنی میں کیا (اہمیت رکھتا) ہے، امام حسینؑ کی عزا، نو دس محرم، اٹھائیس صفر اور شہادت امام رضاؑ کیا ہیں؟ قبر امام رضاؑ کیا ہے۔ یہ شیعت کا سرمایہ ہیں۔

زیارت جامعہ کبیرہ کے پہلے سلام کی شرح کی جانب واپس پلٹتے ہیں۔ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَ مَوْضِعَ الرِّسَالَةِ وَ مُخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةِ وَ مَهْبِطَ الْوَحْيِ؛ ہم نے کہا کہ یہ چاروں صفات آئمہ معصومینؑ کی خانہ وحی اور دامنِ نبوت میں پرورش سے مربوط ہیں۔ البتہ ان صفات کو بلا وجہ زیارت کے شروع میں نہیں رکھا گیا، بلکہ یہ چیز معلوم (و ظاہر) ہے کہ آئمہ ہدیٰؑ کی شخصیت میں پہلا پایہ خانہ وحی میں پرورش اور آغوش نبوت میں تربیت پانا ہے۔

انسان کی تربیت کے تین مدرسے

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ انسان تین مدرسوں میں تربیت حاصل کرتا ہے:

- ماں اور باپ کی آغوش میں.
- اسکول یا جامعہ میں.

Presented by Ziaraat.Com

➢ گلی کوچوں اور معاشرے میں.

ہمارے زمانے میں چوتھے مدرسے کا بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ اور وہ وسائل ارتباط ہیں، جیسے اخبار، مطبوعات، ریڈیو، ٹی وی اور وہ سب چیزوں جو عام لوگوں سے مسائل تعلیم وتربیت میں سروکار رکھتی ہیں۔ یہ بات تو مسلم ہے کہ انسان آزاد اور مختار پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے آزاد ہونے کے معنی یہ ہیں کہ یہ ایک آلودہ معاشرے میں خود کو پاک رکھ سکتا ہے اور ایسے ہی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک پاک معاشرے میں آلودہ ہو جائے۔ یہ بات اجباری نہیں کہ ایک پاک معاشرے میں پرورش پانے والا پاک اور ایک آلودہ معاشرے میں پرورش پانے والا آلودہ ہی نکلے۔ حتمی و آخری فیصلہ اور ارادہ انسان کے ہاتھ میں ہی ہے۔ لیکن یہ بات بھی مسلم ہے کہ معاشرتی تربیت عمیق اثر رکھتی ہے، یعنی زمینہ سازی کرتی ہے، اگر یہ تینوں یا چاروں مدرسے اچھے ہوں، ایسے ہوں کہ صحیح انداز میں تربیت کریں، تو یہ انسان کی شخصیت میں بہت مؤثر ہوتے ہیں۔ ہم زیارات میں اسی مسئلے کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔ مثلا ہم امام حسینؑ کی زیارت وارثہ میں پڑھتے ہیں: أَشْهَدُ أَنَّكَ كُنْتَ نُوراً فِي الْأَصْلَابِ الشَّامِخَةِ وَ الْأَرْحَامِ الْمُطَهَّرَةِ لَمْ تُنَجِّسْكَ الْجَاهِلِيَّةُ بِأَنْجَاسِهَا وَ لَمْ تُلْبِسْكَ مِنْ مُدْلَهِمَّاتِ ثِيَابِهَا؛[1] میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا نورِ پاک باایمان پدران کے صلب اور پاک دامن مادران کے رحم میں ایک کے بعد ایک صلب سے رحم کی جانب منتقل ہوتا رہا، یہ تمام اصلاب وارحام پاک اور نورانی تھے، یہاں تک کہ جاہلیت کا معاشرہ آپ کے نور کو آلودہ نہیں کر سکا۔ زیارت جامعہ میں بیان ہونے والا پہلا وصف بھی یہی ہے: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَ مَوْضِعَ الرِّسَالَةِ وَ مُخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةِ وَ مَهْبِطَ الْوَحْيِ؛ یہ وہ ہیں جن کا پہلا افتخار ہی یہی ہے کہ انھوں نے دامن نبوت اور آغوش رسالت میں پرورش پائی ہے، وہ مقام جہاں آسمانی فرشتے خدا کا پیغام لے کر آتے تھے اور ان کی آمد و رفت کا سلسلہ لگا رہتا تھا۔ آپ کا گھر منزل وحی ہے۔ جب ہم آئمہ کی شخصیت کا پہلا پایہ بیان کر رہے ہوتے ہیں تو یہ وہی چار مدرسوں میں سے پہلا مدرسہ ہے، یعنی ماں اور باپ کی آغوش اور دامن، اور وہ بھی آغوش وحی، نبوت و رسالت کا مرکز، فرشتوں کی آمد و

---

[1] مصباح المتہجد: ج۲، ص۷۲۱.

Presented by Ziaraat.Com

رفت کا محل، یعنی آپ کا پہلا مدرسہ ایسا تھا، آپ نے اولین علوم یہاں سے سیکھے۔ جب یہ پایہ مضبوط ہو تو روشن ہے کہ باقی مراحل کس درجے پر ہونگے۔ یہ چاروں صفات بلا وجہ زیارت کے شروع میں نہیں رکھی گئیں، بلکہ یہ تو حساب کتاب کے ساتھ انتخاب کی گئی ہیں۔

بنا بر این، ان صفات کے بیان کرنے سے ایک مقصد تو آئمہ معصومینؑ کے مقامات کا بیان تھا لیکن دوسری طرف (میرے عقیدے کے مطابق تمام زیارت ناموں میں ان دونوں مقاصد کو مد نظر رکھا گیا ہے) یہ ہمارے لیے پیغام بھی ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا بچہ سعادتمند ہو، تو ضروری ہے کہ پہلے مدرسے اور بنیاد کی اصلاح کرو۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اس زیارت نامے میں تم آئمہ کے ساتھ شباہت اختیار کرو، اس آفتاب کی ایک شمع ہی بن جاؤ، اس کا ایک کم رنگ پرتو ہی بن جاؤ، شمع اور آفتاب دونوں ہی نور ہیں، ایک ہی جنس سے ہیں لیکن ایک قوی ہے دوسرا ضعیف، قطرہ اور دریا ایک ہی جنس سے ہیں مگر ایک زیادہ دوسرا کم۔ زیارت ناموں میں ہمارے لیے ایک پیغام ہے۔ اور وہ پیغام یہ ہے کہ تربیت کا آغاز ماں کے دامن اور باپ کی آغوش سے ہونا چاہیے، اگر یہاں آلودگی ہوئی تو سعادت کی امید کم ہو جائے گی، ہم نہیں کہتے کہ محال ہے یا جبر ہے لیکن امید کم ہو جائے گی۔ ﴿وَ الْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَباتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَ الَّذي خَبُثَ لا يَخْرُجُ إِلاَّ نَكِداً﴾[1] پاک و پاکیزہ زمین پاک و پاکیزہ اور باطراوت ثمر کی حامل ہوتی ہے لیکن شورہ زار زمین جنگلی جڑی بوٹیوں اور گھاس پوس کے سوا اور کوئی چیز نہیں دیتی۔

گھر کا ماحول یا بلد طیّب

اپنے گھر کے ماحول کو مسلمان (بچوں) کے لیے بلدِ طیب میں تبدیل کرو، مہبط وحی، محلِ نورِ نبوت و ولایت میں تبدیل کرو، تاکہ اس گھر میں جس بچے کی تربیت ہو وہ کسی مقام تک جا پہنچے، اس بنا پر زیارت مقام امام کا بیان بھی ہے اور ہمارے لیے پیغام بھی ہے۔ یہ جو آئمہ کے بارے میں جب بھی بات ہوتی ہے تو بعض

[1] اعراف: ۵۷.

Presented by Ziaraat.Com

کہتے ہیں: پاک افراد کے اعمال کا اپنے ساتھ قیاس نہ کرو! یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ اصولاً ان کے اعمال کا اپنے اعمال کے ساتھ مقائسہ کرو، یہ تو آئے ہیں تا کہ ہمارے لیے نمونہ عمل بنیں: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[1] قرآن کہتا ہے: یہ اسوہ اور سرمشق ہیں۔ یہ وہ ہیں کہ جن کے قدموں کے نشان پر قدم رکھنے چاہیں نہ یہ کہ ہم ان کے نقش قدم پر نہ چلیں، یہ غلطی ہے۔ زیارت ناموں میں موجود تمام اوصاف ان معنوں میں ہیں کہ ہم بھی ان کی راہ میں حرکت کریں۔ ہم نہیں کہتے کہ وہاں تک پہنچ جائیں گے، لیکن شباہت تو پیدا ہو سکتی ہے۔

امام حسینؑ اپنا تعارف کرواتے ہیں

جب معاویہ دنیا سے رخصت ہوا اور یزید اس کا جانشین بنا، تو اس نے مختلف شہروں میں اپنے نمائدے بھیجے تا کہ وہ اس کے لیے لوگوں سے بیعت لیں۔ از جملہ اس نے کہا کہ جب تک مدینہ میری بیعت نہیں کرے گا کام نہیں بنے گا۔ مدینہ بھی بیعت کرلے لیکن تین افراد لازماً بیعت کریں اور ان میں بھی سب سے زیادہ اہم حسین بن علیؑ، اگر حسینؑ نے بیعت نہ کی مطلب یہ ہے کہ مدینے نے بیعت نہیں کی، اگر مدینے نے بیعت نہ کی تو اس کا مطلب ہے کہ اسلام کے پائے تخت نے بیعت نہیں کی اور اس طرح میری بیعت متزلزل ہو جائے گی۔ یزید کے پیغام رساں نے مدینے کے حاکم ولید سے بات چیت کی اور یہ طے پایہ کہ امام حسینؑ کو رات کے اندھیرے میں طلب کیا جائے۔ امام بھی بنی ہاشم کے تیس جوانوں کے ساتھ جا پہنچے اور ان سے فرمایا کہ محل کے باہر انتظار کریں اگر انہوں نے کوئی سازش رچی تو میں آواز بلند کرونگا تم اندر آجانا اور سازش کو خاک میں ملادینا۔ امام اندر گئے تو انہوں نے آپ سے یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔ امام چاہتے تھے کہ مجلس بنا کسی شور شرابے کے ختم ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: کل تک اس امر کو ٹال دو، رات کے اندھیرے میں بیعت

---

[1] احزاب: ۲۱.

Presented by Ziaraat.Com

لینے سے تمہیں کیا فائدہ۔ تم تو چاہتے ہو کہ اس کام کی خبروں سے استفادہ کرو اور اسے خوب پھیلاؤ، کل تک اس کام کو اٹھا رکھو، کل دیکھتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے۔ ولید نے قبول کر لیا لیکن اس کے معاون مروان نے کہا: حسینؑ سے ہاتھ نہ اٹھانا یا اس سے بیعت لے یا اسی جگہ اس کی گردن مار دے۔ امام کو جلال آگیا آپ اپنی جگہ سے اٹھے اور فرمایا: تو کیا سمجھتا ہے کہ حسینؑ کو قتل کرنا اتنا آسان ہے، تو نے سمجھنے میں غلطی کر دی۔ اس کے بعد فرمایا: اب جب کہ بات یہاں تک آپہنچی ہے تو رک کہ میں اپنی بات تمام کر لوں: إِنَّا أَهْلُ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَ مَعْدِنُ الرِّسَالَةِ وَ مُخْتَلَفُ الْمَلَائِكَةِ وَ بِنَا فَتَحَ اللّٰهُ وَ بِنَا خَتَمَ اللّٰهُ وَ يَزِيدُ رَجُلٌ فَاسِقٌ شَارِبُ الْخَمْرِ قَاتِلُ النَّفْسِ الْمُحَرَّمَةِ مُعْلِنٌ بِالْفِسْقِ وَ مِثْلِي لَا يُبَايِعُ مِثْلَه ؛[1] ہم خانہ وحی میں متولد ہوئے ہیں، ہم اس ماحول میں پلے بڑھے ہیں جہاں ملائکہ کی آمد و رفت رہتی تھی، لیکن یزید ایک فاسق و شرابی شخص ہے، نفس محترمہ کا قاتل ہے، محال ہے کہ میں اس کی بیعت کروں۔ کیا نور ظلمت کی، ایمان کفر کی، عدالت ظلم کی بیعت کر سکتی ہے؟ امام حسینؑ نے جب چاہا کہ اپنا تعارف کروائیں تو فرمایا: إِنَّا أَهْلُ بَيْتِ النُّبُوَّةِ؛ امام حسینؑ اسی چیز کو پایہ اول کے طور پر بیان فرماتے ہیں جو زیارت جامعہ میں بھی پایہ اول کے طور پر بیان ہوئی ہے۔

امام حسینؑ کا تعارف جابرؓ کی زبانی

جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کے واقعے میں بھی یہ مطالب دیکھے جا سکتے ہیں۔ جابر بھی دستر خوانِ ولایت پر پلنے والوں میں سے تھے۔ جب وہ روزِ اربعین قبرِ سید الشہداءؑ پر پہنچے تو امام کو پر از معناں سلاموں کے ساتھ جو آپ کے مقام کو بیان کرتے ہیں سلام کیا، اس کے بعد کہتے ہیں: مَا لَكَ لَا تَكُونُ هٰكَذَا وَ قَدْ غَذَّتْكَ كَفُّ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَ رُبِّيتَ فِي حَجْرِ الْمُتَّقِينَ وَ رَضَعْتَ مِنْ ثَدْيِ الْإِيمَانِ وَ فُطِمْتَ بِالْإِسْلَامِ؛[2] تیرے لیے یہ مقامات

---

[1] بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۲۵.

[2] بشارۃ المصطفیٰ: ص ۷۳؛ بحار الانوار: ج ۹۸، ص ۱۹۶.

Presented by Ziaraat.Com

کیسے نہ ہوں جبکہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں سے غذا کھائی، پرہیز گاروں کے دامن میں پرورش پائی، پستان ایمان سے دودھ پیا اور آپ کی دودھ چھٹائی بھی اسلام کے نام پر ہوئی۔

اگرچہ کہ یہ ایک زیارت نامہ ہے لیکن یہ ہمارے لیے ایک درس ہے جو ہمیں پیغام دیتا ہے کہ انسان کی شخصیت کہاں سے شروع ہوتی ہے، اس کی بنیاد کہاں سے پڑتی ہے اور کس مقام پر محکم کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تمام آئمہ ہدیٰ، بزرگان، شہداء، اور علماء کی شخصیت کی بنیاد صالح اور پاک ماں باپ کی آغوش میں رکھی جاتی ہے۔

ایک سوال کا جواب

کیا یہ پہلے چار جملے جو زیارت جامعہ کے سلام اول میں وارد ہوئے ہیں: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَ مَوْضِعَ الرِّسَالَةِ وَ مُخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةِ وَ مَهْبِطَ الْوَحْيِ؛ ایک ہی معنی کے حامل ہیں اور ایک دوسرے پر تاکید کے عنوان سے عطف ہوئے ہیں یا یہ کہ ان میں چار الگ الگ موضوعات پائے جاتے ہیں؟ اور یہ چار مختلف مفاہیم پر مشتمل ہیں؟

جواب: اس سوال کا جواب دینے کے لیے اس مطلب پر توجہ کرنا ضروری ہے کہ وحی چار طریق سے انجام پزیر ہوتی ہے:

۱۔ نبی کے قلب پر وحی کا نازل ہونا یعنی کوئی فرشتہ نازل نہیں ہوتا، بلکہ پیغمبر پر ایک حالتِ شہود طاری ہوتی ہے، عالمِ غیب کے پردے اٹھ جاتے ہیں اور پیغمبر اپنے قلب کے ذریعے مطالب کو دیکھتا اور درک کرتا ہے، یہ قلب پر الہام (کے معنی میں) ہے۔

۲۔ ملائکہ کے ذریعے سے وحی کا نازل ہونا، یعنی فرشتۂ وحی جبرئیل امین پیغامِ خدا لے کر آتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

۳۔ آواز کا سننا جیسا کہ جناب موسیٰؑ بن عمران کے بارے میں تھا، خدا نے فضا میں ایک آواز ایجاد کی اور جناب موسیٰؑ نے اسے سنا۔ قرآن کہتا ہے: ﴿وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوسى تَكْلِيماً﴾[1] یہ جناب موسیٰؑ کی نبوت کا آغاز تھا کہ جہاں آپ کلیم اللہ ہو گئے۔ ظاہراً اس قسم کی وحی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی نازل ہوئی ہے، اس چیز میں کوئی مانع نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کسی حالت میں آواز سنی ہو اور وحی سننے کے ذریعے سے دریافت کی ہو۔

۴۔ وحی کی چوتھی قسم، عالمِ خواب میں وحی ہونا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب بھی وحی کی قسم ہیں: ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرامَ﴾[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ مسلمان مسجد الحرام میں وارد ہو رہے ہیں، یہ خواب وحی تھا، یہ خواب میرے اور آپ کے خوابوں کی طرح نہیں تھا، بلکہ یہ تو ابراہیمؑ کے خواب کی طرح تھا کہ جس میں انہیں اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اگر ابراہیمؑ کا خواب وحی نہ ہوتا تو وہ کبھی اسماعیلؑ کو قربان گاہ نہ لے جاتے۔ یہ میں اور تم ہو جن کے لیے خواب حجت نہیں، اور ہم ان کے مطابق عمل نہیں کر سکتے۔ اگر ہم خواب میں دیکھیں کہ ہم نے فلاں شخص سے اتنی رقم وصول کرنی ہے تو ہم اس سے مطالبہ نہیں کر سکتے۔ یا میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے مرحوم والد خواب میں آئے اور کہنے لگے کہ میں قرضدار ہوں، تو واجب نہیں کہ میں وہ پیسے ادا کروں کیونکہ خواب حجت نہیں ہے۔ لیکن ابراہیمؑ کا خواب کہ جس کی بنا پر وہ اپنے بیٹے کو قربان گاہ تک لے گئے، وحی کی اقسام میں سے تھا۔

اس بنا پر، پیغمبر پر وحی چار طریقوں سے ہو سکتی ہے: قلب پر الہام کے ذریعے، فرشتے کے نزول کے ذریعے، آواز سننے کے ذریعے اور خواب کے ذریعے۔ مجھے لگتا ہے کہ ان چار جملوں میں سے ہر جملے میں ایک ایک کر کے وحی کی انہی چار اقسام کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ معصومینؑ کا کلام حساب کتاب رکھتا ہے۔ یہ ہم

---

[1] نساء: ۱۶۴۔

[2] فتح: ۲۷۔

Presented by Ziaraat.Com

ہیں جو کبھی مطالعے کے بعد اس کے عمق تک پہنچ جاتے ہیں اور کبھی نہیں پہنچ پاتے۔ جہاں تک نہیں پہنچ پاتے اس کی نسبت اپنی نادانی کی طرف دینی چاہیے اور جہاں پہنچ جاتے ہیں اس پر خدا کا شکر بجالانا چاہیے۔

اہلبیتِ جسمانی اور اہلبیتِ روحانی

سوال: أَهْلُ بَيْتِ النُّبُوَّةِ میں کلمہ اہل کن معنی میں استعمال ہوا ہے؟

جواب: لفظ اہل اور آل کے معنی ایک ہیں اور یہ دونوں ایک ہی حقیقت کو بیان کرتے ہیں، انسان کے قریبی افراد یا خانوادے کو اس کی آل یا اہل کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی آل یا آپؐ کے اہل آپ کا خانوادہ اور قربیٰ ہیں۔ لیکن مرحوم شبّر نے اپنی کتاب انوار اللامعۃ میں جو کہ جامعہ کبیرہ کی شرح پر مشتمل ہے ایک دلچسپ تعبیر بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: آل یا اہل وہ ہیں جو: من يؤول اليه جن سے انسان نسبت رکھتا ہو اور اس کی بازگشت ان کی جانب ہوتی ہو۔ و هو قسمان: الاول من يؤول اليه مآلاً صورياً جسمانياً و الثانی من يؤول اليه مآلاً معنوياً روحانياً۔[1] آل پیغمبر ﷺ کے دو گروہ ہیں: پہلا گروہ وہ ہے جو جسم اور نسل کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ سے منتسب ہیں جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرزندان اور وہ جو رسول اللہ ﷺ سے نسبی قربت رکھتے ہیں اور دین اسلام میں ان پر صدقہ حرام ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو معنوی اور روحانی طور پر رسول اللہ ﷺ سے منتسب ہیں اور وہ رسول اللہ ﷺ کے روحانی فرزند ہیں، جیسے کہ ایمان میں ثابت قدم اولیائے کرام، اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دوسری نسبت زیادہ اہم ہے۔ کبھی یہ دونوں نسبتیں ایک ہی شخص میں جمع ہو جاتی ہیں، جیسے آئمہ ہدیٰؑ کہ وہ جسمانی آل بھی تھے اور روحانی بھی، رسول اللہ ﷺ کے جسمانی قرابتدار بھی تھے اور روحانی بھی، اس کے بعد (علامہ شبر) کہتے ہیں:

رسول کی معنوی اولاد پر روحانی صدقہ حرام ہے

[1] انوار اللامعۃ در شرح کلمہ (اهل): ص ۱۲۔

Presented by Ziaraat.Com

صدقہ دو قسم کا ہے: ظاہری صدقہ، روحانی صدقہ۔ جس طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبی اور جسمانی اولاد پر ظاہری صدقہ حرام ہے یعنی سادات صدقہ نہیں لے سکتے، مسلماً سادات واجب صدقہ نہیں لے سکتے (نہ فقط شیعہ بلکہ اجمالی طور پر اہلسنت بھی اسے حرام جانتے ہیں) ایسے ہی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معنوی اور روحانی اولاد پر روحانی صدقہ حرام ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ روحانی صدقہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں: علوم و معارفِ الٰہی و دینی اور احکامِ اسلامی میں غیروں کی تقلید (روحانی صدقہ ہے)۔ یہ جملہ ایک پیغام رکھتا ہے۔ (درست ہے کہ) سادات کا مقام بلند اور معلوم ہے لیکن دوسرے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روحانی اہلبیت بن سکتے ہیں۔ اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی افراد میں سے ہوں، اور ہمارا روحانی و معنوی رابطہ قوی ہو تو ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنینؑ کے روحانی فرزند ہو سکتے ہیں۔ مثل سلمانؓ کہ (جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا): سَلْمَانُ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ.[1] ہم سادات میں سے ہوں یہ ہمارے اختیار سے باہر ہے لیکن ان کا روحانی فرزند ہونا ہمارے اختیار میں ہے۔

مکتب امام صادقؑ کا شاگرد امام زمانہؑ کا سپاہی

میں نے اپنے دروس میں مکرر کہا ہے۔ ہم دینی طلاب جو حوزہ علمیہ میں پڑھتے ہیں نے اپنے لیے دو لقب بنا رکھے ہیں، یہ دونوں کسی روایت میں وارد نہیں ہوئے لیکن (اب) زبان زد عام ہیں۔ کہتے ہیں: طلاب امام صادقؑ کے شاگرد اور امام زمانہؑ کے سپاہی ہیں۔ ان دو کلموں کا کہنا آسان ہے لیکن ان کا مفہوم بہت سنگین اور مشکل ہے۔ امام صادقؑ کا شاگرد ہونا کوئی آسان کام نہیں۔ آپ کے بعض شاگرد، جیسے ابان بن تغلب کو تیس ہزار احادیث حفظ تھیں، ہم نے اہلبیتؑ کی احادیث میں سے کتنی یاد کر رکھی ہیں؟ اب اگر تم کہتے ہو کہ: حفظ کرنا فقط حافظے کے سپرد کرنا نہیں بلکہ حفظ در کتابت اور شیعوں تک احادیث کا پہنچانا بھی حفظ کی ایک قسم ہے، وہ علماء جنہوں نے چہل حدیث کے موضوع پر کتابیں لکھی ہیں وہ بھی اس حدیث کے مصداق ہیں کہ: مَنْ

---

[1] عیون اخبار الرضاؑ: ج ۲، ص ۶۴؛ بحار الانوار: ج ۱۷، ص ۱۷۰۔

Presented by Ziaraat.Com

حَفِظَ مِنْ أُمَّتِي أَرْبَعِينَ حَدِيثًا ؛[1] ہم نے شیعوں میں کتنی احادیث پھیلائیں، کتنی احادیث بیان کیں؟ امام زمانہؑ کا سپاہی ہونا بھی آسان نہیں، امام زمانہ کا خط تو دنیا کے تمام طاغوتوں، ناپاکیوں اور بے عدالتیوں کے خلاف مبارزہ اور جنگ سے تعبیر ہے۔ وہ سپاہی جو ان مسائل سے جنگ کرنا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے خود کو بنائے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں خود ہی آلودہ اور ظالم ہوں لیکن پھر بھی آلودگی (اور ظالم) سے جنگ کروں؟ یہ محال ہے، اس کا (کوئی) امکان نہیں۔

وہ خادم جو خادم بننے کے لیے پیسے دیتے ہیں۔۔!

ہمیں امام رضاؑ سے یہ مانگنا چاہیے کہ وہ ہمیں اپنی شاگردی، سربازی، نوکری اور غلامی میں قبول فرما لیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی افتخار تصور نہیں کیا جا سکتا۔ لوگ (اپنی جیب سے) پیسے لگاتے ہیں تاکہ حرم امام رضاؑ کے خدام بن سکیں۔ امام کے (حرم کے) خادموں میں سے ایک دستہ تشریفاتی خادم (یعنی بنا کسی پیسے کے مفت میں کام کرنے والا) ہے۔ وہ افراد جو امام رضاؑ کی خادمی کا لباس پہنا چاہتے ہیں، یا جو یہ چاہتے ہیں کہ وہ (حرم میں) آ کر جاروب کشی کریں، وہ پہلے امام کے خزانے میں ایک خطیر مبلغ جمع کرواتے ہیں تاکہ انہیں نوکری کے لیے قبول کر لیا جائے، عجیب مقام ہے! نوکر تو پیسے لیتے ہیں لیکن یہاں نوکر خود پیسے دے کر نوکری کرتا ہے۔ آئمہ ہدیٰؑ نے کیا مقام پایا ہے؟ کس قسم کے محب رکھتے ہیں؟ یہ محبان باصفا بڑی قیمت رکھتے ہیں۔ یہی ہیں جنھوں نے چراغ ولایت کو جلا رکھا ہے۔ جب صحن میں خادم جاروب کشی کر رہے ہوتے ہیں تو بڑی بڑی شخصیات، اہل علم، تاجر اور بہت سے دوسرے افراد ان کے ہاتھوں سے جھاڑو لے کر صحنوں میں جھاڑو لگاتے ہیں تاکہ ان کے دفتر اعمال میں (امام رضاؑ کے حرم کا جاروب کش ہونا) لکھ دیا جائے۔

بہر حال ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم بھی اہل بیت النبوہ کے مصداق بنیں، ہم ان کے اہلبیت روحانی بنیں، مصداق مختلف الملائکۃ بنیں۔ ملائکہ غیر معصوم پر بھی نازل ہوتے ہیں، لیکن (ان کا یہ نازل

---

[1] (جو کوئی بھی میری امت میں سے ایسی ۴۰ احادیث حفظ کرے جن کی لوگوں کو احتیاج ہو تو خداوند عالم اسے بروز حشر عالم اور فقیہ محشور کرے گا۔) الخصال: ج ۲، ص ۵۴۱؛ بحار الانوار: ج ۲، ص ۱۵۳۔

Presented by Ziaraat.Com

ہونا) قلب پر الہام (کی صورت میں ہوتا) ہے۔ جناب مریمؑ فرشتوں کے ساتھ کلام فرمایا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ بعض روایات کے مطابق جناب سلمانؓ بھی فرشتوں سے باتیں کیا کرتے تھے، لیکن یہ وحی نبوت نہیں تھی۔ قرآن کہتا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ﴾[1]؛ وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے یعنی جن کی تنہا تکیہ گاہ اور توجہ خدا کی جانب ہے اور اس کے بعد وہ ثابت قدم بھی رہے تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور انہیں بشارت دیتے ہیں کہ نہ ڈرو اور غمگین نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں پر بھی فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ وہ انسان جو ربنا اللہ کہتا ہے۔ ربنا اللہ عقیدے کا مسئلہ ہے۔ تمام عقائدِ حقہ توحید میں جمع ہو جاتے ہیں ثم استقاموا؛ مسئلہ عمل ہے، تمام اعمال استقامت میں جمع کیے جا سکتے ہیں۔

پانچویں صفت

وَخُزَّانَ الْعِلْمِ؛ اے خازان علم آپ پر (ہمارا) سلام ہو۔ آئمہ کے لیے بیان ہونے والا اولین امتیاز ان کا خانہ وحی میں متولد ہونا اور اسی میں پرورش پانا ہے۔ اس کے بعد شخصیت کی بنیاد کی طور پر مسئلہ علم و دانش کو از حیث خاندان بیان کیا گیا ہے۔ خزان جمع خازن ہے۔ خازن وہ ہے جو کسی چیز کا ذخیرہ یا ذخیرے کی حفاظت کرتا ہے۔ زیارت جامعہ میں ایسی بہت سے تعبیرات موجود ہیں جو اسی معنی کی طرف اشارہ ہیں۔ مثلاً ایک جگہ پر پڑھتے ہیں: وَخَزَنَةً لِعِلْمِهِ؛ خزان العلم مطلق تھا لیکن یہاں پر خازانِ علمِ خدا کی تعبیر آئی ہے۔ ایک اور تعبیر میں اس طرح بیان ہوا ہے: مَعَادِنِ حِكْمَةِ اللَّهِ وَحَفَظَةِ سِرِّ اللَّهِ وَحَمَلَةِ كِتَابِ اللَّهِ؛ خدا کی حکمتوں کا معدن، اسرار الٰہی کے محافظ، خدا کی کتاب کے حامل۔ ایک اور تعبیر میں یوں آیا ہے: مُسْتَوْدَعاً لِحِكْمَتِهِ؛ حکمت الٰہی کا محل ودیعت شدہ، وہ جگہ جہاں کسی چیز کو ودیعت کیا جائے مستودع کہلاتی ہے۔ ایک دوسری تعبیر اس طرح بیان ہوئی: وَعَيْبَةِ عِلْمِهِ؛ علمِ خدا کا صندوق۔ یہ زیارت جامعہ کی وہ مختلف تعبیرات ہیں جن میں سے ہر ایک

---

[1] فصلت: ۳۰.

Presented by Ziaraat.Com

میں امام کے علمی مقام کی توصیف بیان ہوئی ہے۔ ان تمام تعبیرات سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ اس زیارت میں آئمہؑ کی بیان ہونے والی آشکار صفات میں سے ایک ان کا خدا کے علم کا حافظ اور معدن ہونا ہے۔

دوسری تعبیریں بھی موجود ہیں جو دلالت التزامی کے تحت اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ حاملانِ علم ہیں، جیسے وہ جملے جو ہدایت کے بارے میں کلام کرتے ہیں، انسان جب تک عالم نہ ہو ہدایت نہیں کر سکتا، ایک جملہ اس طرح وارد ہوا ہے: وَمَنَارًا فِي بِلَادِهِ وَأَدِلَّاءَ عَلَى صِرَاطِهِ؛ آپ مختلف شہروں میں خدا کے نور کے تقسیم کرنے کا محل ہیں، آپ وہ پرچم ہیں جنہیں بندگان خدا دیکھ کر آپ کی طرف آتے ہیں اور ہدایت پاتے ہیں، آپ راہِ خدا کے راہنما ہیں۔ وَأَنْتُمْ نُورُ الْأَخْيَارِ؛ آپ نیک نور ہیں، اس مقام پر نور سے مراد نور ایمان اور تقویٰ ہے۔ وَهُدَاةُ الْأَبْرَارِ وَحُجَجُ الْجَبَّارِ؛ آپ نیک ہدایت کرنے والے، اور خداوند جبار کی حجتیں ہیں۔ ایک اور مقام پر آیا ہے: وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِكُمْ؛ تمام صفحۂ زمین آپ کے نور علم و معنویت اور ہدایت سے منور ہے۔ ایک اور تعبیر میں پڑھا جاتا ہے: وَحُجَّتِهِ وَصِرَاطِهِ وَنُورِهِ و برهانه؛ آپ حجت اللہ اور صراط اللہ ہیں، آپ خدا کا نور اور اس کی برھان ہیں۔ یہ تعبیرات صریحا علم کے بارے میں بات نہیں کرتیں لیکن ان میں ایسے مسائل کا بیان ہوا ہے جو بنا علم کے امکان پزیر نہیں ہو سکتے۔

اس کے علاوہ تیسری قسم کے جملے بھی موجود ہیں جو معصوم کے علم والا کو بیان کرتے ہیں: وَارْتَضَاكُمْ لِغَيْبِهِ؛ خدا نے آپ کو چنا اور راضی ہوا اس بات پر کہ آپ کو اپنا علمِ غیب عنایت فرمائے، آپ خدا کے غیب کا مرکز ہیں۔ وَاخْتَارَكُمْ لِسِرِّهِ؛ خدا نے آپ کا انتخاب کیا تاکہ وہ اپنے اسرار آپ کے لیے بیان کرے۔ اس بنا پر معصومینؑ کے لیے دوسرا امتیاز علم الہی کا خازن ہونا ہے، یہاں پر چند مطالب ہیں کہ جن پر بحث ہونی چاہیے:

پہلا مطلب: نبوت و امامت کے لیے علم و تقویٰ دو اساسی شرائط ہیں

۱۔ نبوت و امامت کی شرائط ہیں۔ اس کی دو اہم شرائط علم اور تقویٰ ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کس قدر علم و تقویٰ درکار ہے؟ علم اتنا کہ ان تمام امور کو جانتا ہو جو انسان کی سعادت اور نجات میں مؤثر ثابت ہوں، تقویٰ اس قدر کے سرحد عصمت تک جا لگے۔ کیونکہ تقویٰ کے درجات ہیں۔ ایک وہ تقویٰ ہے جو امام

Presented by Ziaraat.Com

جماعت کے لیے لازم ہے، ایک تقویٰ وہ ہے جو مرجع تقلید کے لیے شرط ہے۔ مرحوم آیت اللہ العظمیٰ سید حکیمؒ مستمسک میں راقم ہیں: وہ تقویٰ جو ایک مرجع تقلید کے لیے لازم ہے اس سے کہیں زیادہ ہے جو ایک پیش نماز کے لیے درکار ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک مرجعِ تقلید کا ہمیشہ افکار کے ہجوم سے سامنا رہتا ہے۔ اگر وہ تقویٰ کی حدِ بالا پر فائز نہیں ہوگا تو خود کو محفوظ نہیں رکھ پائے گا۔ تقویٰ کے مراتب ہیں اور اس کا سب سے بلند مرتبہ عصمت ہے؛ یعنی گناہوں اور خطاؤں کے مقابل انسان کا بیمہ یافتہ ہو جانا۔

اس بنا پر نبوت و امامت کی پہلی شرط علم اور دوسری شرط تقویٰ ہے جو عصمت کی سرحد تک ہو۔ اس علمی مقام کے بغیر (نبی یا امام کے لیے) اپنا وہ وظیفہ جو (خدا کی جانب سے) ان کے کاندھوں پر ہے، انجام دینا محال ہے۔ قرآن کی مختلف تعبیرات اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ انبیاء اور اولیاء کے لیے علم پر تکیہ کرنا ضروری ہے۔ مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی پہلی آیات قرآنی یہ تھیں: ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ * خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ * اقْرَأْ وَ رَبُّكَ الْأَكْرَمُ * الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ * عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾[1] (اس آیت میں) متعدد بار علم، دانش اور قرائت کے مسئلے پر تکیہ کیا گیا ہے، علم و آگاہی کے بغیر کوئی ملت، کوئی جماعت، کوئی انسان کسی مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ نہ فقط یہ کہ نبوت کی بنیاد علم تھی بلکہ انبیاء کی تعلیمات کی بنیاد بھی علم ہی تھا۔ قرآن کہتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ وَ إِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾[2] خداوند عالم نے ایک ان پڑھ جمعیت میں سے ایسے رسول کو مبعوث فرمایا جو مرکز علم تھا، وہ کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا تھا، علم و حکمت کے ساتھ ان کا تزکیہ نفس کیا کرتا تھا۔ اس تعلیم و تربیت کا نقطۂ مقابل ضلالت مبین ہے۔ یا (انسان) علم و آگاہی کا حامل ہو گا یا ضلالِ مبین کا، (ضلال مبین یعنی) آشکار گمراہی۔

---

[1] علق: ۱تا۵.

[2] جمعہ: ۲.

Presented by Ziaraat.Com

(عرب کے بدو) دورانِ جاہلیت میں ضلالِ مبین میں تھے۔ خدا نے انہیں پیغمبر ﷺ کے وسیلے سے ضلالِ مبین سے نجات دے کر علم و حکمت کے نور سے منور فرمایا۔

بلکہ تمام انبیاء کا لائحہ عمل یہی تھا۔ قرآن کہتا ہے: ﴿لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ وَ اَنۡزَلۡنَا مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ وَ الۡمِیۡزَانَ لِیَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ﴾[1] اس آیت میں چار لائحہ عمل بیان ہوئے ہیں:

اَ. ہم نے اپنے پیغمبروں کو روشن دلائل کے ساتھ بھیجا ہے۔ بینات کا معنی وسیع ہے اور اس میں ہر قسم کی دلیل شامل ہے چاہے وہ جسمانی معجزات ہوں یا روحانی معجزات ہوں یا دوسرے دلائل۔

ب. ہم نے انبیاء کے ساتھ آسمانی کتابیں نازل کیں۔ اولوالعزم انبیاء کے ساتھ کتابیں تھیں جن میں معارف دین بھی بیان ہوئے تھے، احکام بھی، عقائد بھی اور اخلاق بھی۔

ج. ہم نے انبیاء کے ساتھ میزان بھی نازل کی۔ ممکن ہے کہ میزان سے مراد انبیاء کا مقام قضاوت ہو یعنی حق و باطل کے درمیان میزانِ شناسائی یا دوسرے با آرزش معیار جو انبیاء کے اختیار میں تھے اور وہ حق و باطل کو ان کے وسیلے سے جدا کیا کرتے تھے۔

د. (یہ سب اس لیے تھا تاکہ) لوگ ان تعلیمات کے سائے میں قیام کریں، یعنی (انبیاء) لوگوں کی اس طرح تربیت کریں کہ وہ اٹھ کھڑے ہوں اور معاشرے میں عدالت کے اجراء کی خاطر قیام کریں۔ یہ وہی حکومتِ الٰہیہ ہے، حکومتِ انبیاء ہے، حکومتِ امام زمانہؑ ہے، حکومتِ ولی فقیہ ہے۔

ان چاروں مراحل کی بنیاد علم ہے۔ اس لیے اگر زیارت جامعہ میں معصومینؑ کی خانہ وحی میں پرورش کے بعد مسئلۂ علم کی جانب اشارہ کیا گیا ہے تو وہ اس لیے ہے کیونکہ علم اصل بنیاد ہے۔

دوسرا مطلب: پیغمبر اور امام کے علوم کی پانچ اقسام

[1] حدید: ۲۵.

Presented by Ziaraat.Com

نبی اور امام کے لیے جو علوم لازم ہیں ان کی (کچھ) قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: معارف یعنی عقائد حقہ کا علم۔ معرفتِ خدا و صفاتِ خدا، صفاتِ انبیاء و مقامِ ولایت اور معارفِ حقہ کی شناخت کسی بشر کے لیے ممکن نہیں الا ان (ہستیوں) کی تعلیم کے۔ بشر نے عقلی استدلالات کے توسط سے علم کلام بنایا لیکن اگر ان کی رہنمائی نہ ہو تو یہ بہت سی جگہ پر خطا سے دوچار ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جن افراد نے معصومینؑ کو چھوڑ کر فقط عقلی استدلال کے ذریعے عقائد بنائے اور علمِ کلام کی بناڈالی، ان سے بڑی خطائیں سرزد ہوئیں۔ عقائد پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ فرمائیے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ علمائے کلام میں کیا کیا خطائیں اور خرافاتی عقائد موجود ہیں۔ ضروری ہے کہ اہلبیت کی تعلیمات کے سائے میں راہ تلاش کی جائے۔ عقلی دلائل کا اپنا مقام ہے اور اہلبیتؑ کی ہدایت اور تائید کا اپنا مقام ہے۔

دوسری قسم: نبی اور امام کے لیے ضروری ہے کہ بشر جن احکام کا نیاز مند ہے انہیں بیان کریں۔ اگر جناب عیسیٰؑ کی نبوت کی مدت چھ سو سال ہے تو ضروری ہے کہ وہ اُن تمام احکام کو بیان کریں جن کی چھ سو سال تک لوگوں کو ضرورت پڑے گی۔ اگر (کسی) کی نبوت کی عمر اختتام دنیا تک ہے تو ضروری ہے کہ نبی یا امام احکام، حقوق بشر، مسائل مستحدثہ اور تمام حکمی احتیاجات جو دنیا کے اختتام تک موردِ نیاز ہیں کا حامل ہو (اور انہیں بیان کرے) ورنہ دین (عمرِ) جاددانی حاصل نہیں کر سکتا۔

اب ہم اسلام کے بارے میں دو مطلب بیان کرتے ہیں۔ قرآن اور روایات ان مطالب پر شاہد ہیں اور یہ ضروریاتِ اسلام میں سے بھی ہیں۔

۱۔ اسلام ایک عالمی (دین) ہے یعنی کسی ایک علاقے سے مخصوص نہیں اور تمام کرۂ ارض کو شامل ہے۔

۲۔ اسلام (دینِ) جاوید اور ابدی ہے، یعنی زمان و مکان کے اعتبار سے لامحدود ہے، ہر جگہ ہر زمان، جہاں بھی کسی حکم کی ضرورت ہو اسلام اس کا جوابدہ ہے، اگر ایسا نہ ہو تو اسلام عالمی دین نہیں ہو سکتا۔ آج اور کل اور آنے والی صدیوں میں انسانوں کو احکامات کی ضرورت ہے۔ ضروری ہے کہ امام معصومؑ ان سب سے واقف ہو، لہذا روایات میں وارد ہوا ہے کہ آئمہ معصومین فرماتے ہیں: جفر اور جامعہ ہمارے پاس ہے، سوال کیا گیا یہ (دونوں) کیا ہیں؟ آئمہ فرماتے ہیں: یہ وہ کتاب ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے املا کرائی اور علیؑ نے

Presented by Ziaraat.Com

لکھی، قیامت تک انسانوں کو لاحق ہونے والی تمام احتیاجات اس کتاب میں موجود ہیں اور یہ کتاب ہمارے پاس ہے۔ إِمْلَاءُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَلْقِ فِيهِ وَخَطُّ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِيَدِهِ فِيهِ وَاللّٰهِ جَمِيعُ مَا تَحْتَاجُ إِلَيْهِ النَّاسُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔[1]

لکھوانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور لکھنے والے علیؑ، آئمہ معصومینؑ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب ہمارے پاس ہے۔ ہم قیاس و ظن واپنے وہم و خیال سے کچھ نہیں کہتے۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عطا کردہ ہے۔ یہ (علم) کی دوسری قسم ہے جو امام کے پاس ہونا چاہیے۔ وہ افراد جو کسی معاشرے کے رہبر ہونے کے مدعی ہیں معصومینؑ کے بغیر کیا کر سکتے ہیں؟ اس کے سوا کہ خود بھی گمراہ ہوں اور جو ان کی پیروی کریں انہیں بھی گمراہ کریں۔

تیسری قسم: آئندہ درپیش مسائل کا علم۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مستقبل کے بارے میں علم رکھنے کا کیا فائدہ اور اثر ہے؟

ایک روشن مثال

جواب: اگر ہم ایک ایسی سڑک بنانا چاہیں جو اگلے دو سو سال تک خراب نہ ہو تو اس کے لیے لازم ہے کہ ہم بشر کی آئندہ کی دو سو سالہ زندگی سے باخبر ہوں۔ اگر ہماری اطلاعات فقط آج یا کل یا اگلے دس سال تک محدود ہوں تو ہماری بنائی گئی سڑک بھی اتنے ہی عرصے کے لیے مفید ہوگی۔ اس عرصے کے بعد لوگوں کا رہن سہن کا طریق بدل جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے ہیں کہ ایک حدیث بیان فرمائیں جو قیامت تک کے لوگوں کے لیے یکساں مفید ہو، اس سے کہنگی کی بو نہ آئے۔ علیؑ چاہتے ہیں کہ ایسے خطبے ارشاد فرمائیں کہ ان کی نہج البلاغہ تا روزِ قیامت قابل استفادہ رہے۔ اگر علیؑ مستقبل کو نہ دیکھیں تو کس طرح ایسے خطبے ارشاد فرمائیں گے؟ اس صورت میں جو خطبے وہ دینگے وہ فقط انہیں کی صدی کے لیے مفید ہونگے نہ کہ بعد والی

[1] بحار الانوار: ج ۲۶، ص ۱۸۔ (اس حوالے سے مجامع روائی میں متعدد روایات، مختلف تعبیرات اور جملوں میں ذرا ذرا سے فرق کے ساتھ وارد ہوئی ہیں۔ مترجم)

Presented by Ziaraat.Com

صدیوں کے لیے۔ یہاں دو صدیاں گزریں اور یہ خطبے پرانے ہوئے۔ کیا ہمارے پاس ادبیاتِ فارسی کی مشہور کتابیں نہیں ہیں یا مختلف علوم میں کتب نہیں ہیں جیسے بو علی سینا کی کتابیں، کیا ہمارے پاس مشہور شعراء کی کتب نہیں ہیں جنھوں نے وقت کے ساتھ ساتھ (فقط) ایک تاریخی حیثیت اختیار کر لی اور ان سے فرسودگی و کہنگی کی بو آنے لگی؟ لیکن علیؑ کی نہج البلاغہ سے تیرہ سو سال کے بعد بھی کہنگی کی بو نہیں آتی۔ بنا کسی طرفداری اور تعصب کے قضاوت کیجیے۔ نہج البلاغہ ایک ایسی کتاب ہے کہ جب ہم اسے آج کے دور میں بھی پڑھتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے آج کے دور کے لیے ہی لکھی گئی ہو۔ ہزار سال کے بعد بھی ہم دیکھتے ہیں (تو ایسا لگتا ہے جیسے) آج کے زمانے کے لیے لکھی گئی ہے، اور جب ہزار سال (پہلے کے ادوار) دیکھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے اس دور کے لیے لکھی گئی تھی۔ امام کس طرح اس قسم کے خطبے دے سکتا ہے؟ کیسے امام صادقؑ اس قسم کی اخلاقی و احکام پر مبنی احادیث بیان فرما سکتے ہیں؟ اگر (یہ ہستیاں) مستقبل کو نہ دیکھ سکتی ہوں تو (ان کا کلام) پرانا اور فرسودہ ہو جائے گا۔ کیا وجہ ہے کہ قرآن کہنہ اور پرانا نہیں ہوا؟ کیونکہ وہ علم خدا سے (متصل) ہے۔ خدا نے آخر تک جہان کو دیکھا اور اس کے بعد قرآن نازل کیا، گزرتا زمانہ قرآن کو اور زیادہ طراوت بخشتا جا رہا ہے، اسے اور درخشندہ اور پر فروغ بنا رہا ہے، یہ ایک عقلی دلیل تھی جسے ہم نے بیان کیا۔ ممکن ہے کہ آپ روایات کی جانب توجہ کریں اور دیکھیں کہ امام کے پاس علم ماکان و مایکون ہے۔ یا یہ کہ آپ آیات قرآن کی جانب توجہ کریں اور علمِ امام کو نقلی دلیل کے ذریعے ثابت کریں۔ یہ بھی ایک راہ ہے لیکن ہم عقلی طور پر بھی اسے ثابت کر سکتے ہیں کہ آئمہ کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ آخر دنیا تک کیا معاملہ رہے گا، اگر انہیں معلوم نہ ہو تو یہ (ایسے) خطبے اور احادیث بیان نہیں کر سکتے، یہ جو کچھ بھی کہیں گے وہ انہیں کے زمانے کے لیے مفید ہو گا اور چند قرن کے بعد کہنہ اور فرسودہ اور تاریخ کے ہاتھ میں تھما دیا جائے گا۔ لہذا ضروری ہے کہ پیغمبر یا امام اس زمانے کے افق کو جس میں اس کی نبوت یا امامت کی شعاع نے جلوہ گر ہونا ہے کا نظارہ کرے، ایسے ہی اس کے لیے لازم ہے کہ اس نے تمام مکان و محل دیکھے ہوں، امام کے لیے لازم ہے

Presented by Ziaraat.Com

کہ وہ تمام دنیا سے باخبر ہو، اگر وہ انہیں نہ جانتا ہو تو وہ ایسی چیز کہنے سے قاصر ہوگا جو تمام دنیا کے لیے مفید ثابت ہو۔ (ہم کہیں گے کہ) کم از کم اسے کلی اصولوں سے باخبر ہونا چاہیے۔[1]

چوتھی قسم: انسانی معاشرے کی تدبیر اور اسے چلانے کا علم۔ نبی اور امام کے علم کی چوتھی قسم اس کا حکومت اور معاشرے کی تدبیر اور اسے چلانے کے حوالے سے علم کا حامل ہونا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے علاوہ کہ وہ رسول ہیں، مبین احکام، خدا کی طرف ہدایت کرنے والے اور حاکم بھی ہیں۔ ہم زیارت جامعہ میں پڑھتے ہیں: وَسَاسَةَ الْعِبَادِ وَأَرْكَانَ الْبِلَادِ؛ آپ بندوں (کے درمیان) سیاست مدار (ترین افراد) ہیں، آپ شہروں کے ارکان ہیں۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی خدا کے بندوں کے سیاسی امور (کی زمام اپنے ہاتھ میں رکھتا ہو) اور شہروں کا رکن ہو لیکن معاشرے کو چلانے اور حکومت کرنے کے اصول سے نابلد ہو؟

پانچویں قسم: ان امور کا علم جو تکوینی مسائل میں مؤثر ہیں۔ قرائن سے استفادہ کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ امام کی ولایتِ تکوینی از طریقِ علم ہے۔ اس بات کے روشن ہونے کے لیے اس مثال پر توجہ فرمائیں:

ہم قرآن میں داستانِ جناب سلیمانؑ، ملکہ سباء کے تخت کا یمن سے شام میں لائے جانے اور دربار سلیمان کے بارے میں پڑھتے ہیں: کہ جب سلیمان نے کہا: کون ہے جو تختِ ملکہ ٔسباء حاضر کرے تو ایک جن کے کلام کے بعد وہ جو کتاب کا کچھ علم رکھتا تھا بولا: ﴿قَالَ الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ﴾ وہ جس کے پاس کتاب الہی اور اسرارِ خلقت کا (کچھ) علم تھا بولا: میں تختِ ملکہ ٔسباء کو آنکھ جھپکنے سے پہلے آپ کے سامنے پیش کر دونگا، اس نے یہ کہا اور عمل کر دکھایا، جس پر شاہد آیت کا یہ حصہ ہے: ﴿فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِندَهُ قَالَ هَذَا مِن فَضْلِ رَبِّي﴾[2] جب سلیمانؑ نے تخت اپنے سامنے پایا

[1] (البتہ کم از کم کی یہ قید ان افراد کے لیے ہے جن کے دل اس قسم کے معارف و حقائق قبول کرنے میں ٹیڑھے پن کا مظاہرہ کرتے ہیں، ورنہ اس سے پہلے واضح طور پر بیان کیا جا چکا ہے کہ ان ہستیوں کے علم کا دائرہ کس قدر وسیع ہے۔ مترجم)

[2] نمل: ۴۰۔

Presented by Ziaraat.Com

تو بولے؛ یہ میرے پروردگار کا فضل ہے۔اس کا نام آصف بن برخیا تھا یا جو کوئی بھی ہو کم از کم (یہ تو طے ہے کہ)وہ اوصیاء میں سے تھا۔اب (سوال یہ ہے کہ) وہ تخت کیسے لے آیا؟ کیا وہ تخت کو امواج میں تبدیل کر کے انہیں سرعت کے ساتھ شام لا کر پہلی جیسی حالت پر پلٹا سکتا تھا؟ مجھے نہیں معلوم، جو کچھ بھی تھا (لیکن یہ طے ہے کہ اس کے پاس)ایک علم تھا جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے: ﴿الَّذي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتابِ﴾؛ علم نکرہ ہے یعنی اس کے پاس کتاب کے علم میں سے کچھ (علم) تھا۔

دوسری آیت رسول خداؐ سے خطاب کرتے ہوئے کہتی ہے: ﴿قُلْ كَفى‏ بِاللَّهِ شَهيداً بَيْني وَ بَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتابِ﴾[1] اے رسول کہو کہ اے مشرکوں میرے اور تمہارے درمیان گواہ خدا ہے اور وہ جس کے پاس کل کتاب کا علم ہے۔ جب کے پاس کل کتاب کا علم ہے، وہ کون ہے؟ مرحوم کلینیؒ امام صادقؑ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: وَ عِلْمُ الْكِتَابِ وَ اللَّهِ كُلُّهُ عِنْدَنَا؛[2] خدا کی قسم تمام کا تمام علم الکتاب ہمارے پاس ہے۔ دوسری احادیث میں بھی وارد ہوا ہے کہ ﴿مَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتابِ﴾ سے مراد علی بن ابی طالبؑ اور آئمہ ہدیٰؑ ہیں۔[3] (میرے خیال میں یہ روایات اہلسنت کے یہاں بھی نقل ہوئی ہیں۔ مکارم شیرازی)

دلچسپ بات یہ ہے کہ آصف بن برخیا جنہوں نے اس قدر قدرت نمائی کا مظاہرہ کیا اور سلیمان کے سامنے بیٹھے بیٹھے یہ عجیب کام کر دیکھا یا کے پاس علمِ کتاب کا ایک گوشہ تھا: ﴿قالَ الَّذي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتابِ﴾؛ لیکن دوسری آیت کہتی ہے کہ کل کتاب کا علم اس کے پاس ہے جو رسول اللہؐ کی خدمت میں ہے، وہ علیؑ اور آئمہ ہدیٰؑ ہیں۔ جب آصف بن برخیا اس جزئی علم ﴿عِلْمٌ مِنَ الْكِتابِ﴾ کے ساتھ ایسا کام انجام دے سکتے ہیں تو پھر علیؑ ﴿عِلْمُ الْكِتابِ﴾ یعنی کلی علم کے ساتھ کیا کیا انجام دے سکتے ہونگے؟ یہ

---

[1] رعد: ۴۳.

[2] بصائر الدرجات: ج ۱، ص ۲۳۱؛ الکافی: ج ۱، ص ۲۵۷، کتاب الحجۃ.

[3] تفسیر نور الثقلین اور تفسیر برھان، اس آیت کے ذیل میں.

Presented by Ziaraat.Com

وہ منابع ہیں جو قرآن سے لیے گئے ہیں اور احادیث بھی ان کی تائید کرتی ہیں اور بھانہ جو افراد جو ان مسائل میں نکتہ چینی سے کام لیتے ہیں کہ ہاتھ سے تمام بہانے چھین لیتی ہیں۔ ان دونوں آیات سے استفادہ ہوتا ہے کہ نبی اور امام کے علم کی پانچویں قسم علم الکتاب ہے جو عالمِ تکوین میں تصرف اور ولایتِ تکوینیہ سے مربوط ہے۔ امام کے علم کی وسعت کے بارے میں موجودہ روایات فراوان ہیں اور یہ پر پیچ وخم مسائل میں سے ہے۔ یہ وہ علوم ہیں کہ نبی اور امام کے لیے ان کا حامل ہونا ضروری ہے۔

عالمِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بحث کے تناسب سے امام رضاؑ کی تاریخ (اور آپ کی زندگی) کی جانب ایک اشارہ کرتے چلیں: امام علی بن موسی الرضاؑ کے متعدد القاب ہیں۔ لیکن ان میں سے دو بہت اہم ہیں ایک رضا اور دوسرا عالم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی امام رضا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاندان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برگزیدہ عالم تھے۔ کلی طور پر امام کے علمی مقام اور بلخصوص امام رضاؑ کے مقام علمی سے آشنائی کے لیے آپ کے دور کی جانب اشارہ کرنا لازم ہے:

امام رضاؑ کا دور ایک خاص دور تھا۔ مامون کا زمانہ؛ وہ زمانہ جس میں مسلمان ممالک کی وسعت کسی بھی دوسرے زمانے سے زیادہ تھی کہتے ہیں کہ طولِ تاریخ میں سب سے زیادہ وسیع ترین مملکت سکندر کی تھی اور اس کے بعد عباسیوں کے دور میں، اسلام ہر جگہ پہنچ چکا تھا، چین سے شمالی افریقا اور یہاں سے اقیانوسِ اطلس تک، یعنی پوری دنیا ہی تقریبا اسلام کی چھتری کے نیچے تھی۔ اسلام کی اس وسعت (زمینی) کے ساتھ ساتھ مختلف ثقافتیں، علوم اور عقائد بھی اسلامی ممالک میں نفوذ پیدا کرتے جا رہے تھے، یونانیوں کا علم، ایرانیوں اور یورپیوں کے علوم، افریقہ اور ہند و چین کے علوم وغیرہ مراکز اسلامی میں آچکے تھے اور اسلام نے بھی علم کے نفوذ میں کسی قسم کی کوئی ممانعت نہیں کی۔ آئمہ نے دوسروں کی کتابوں کے (عربی) میں ترجمے کی کبھی مخالفت نہیں کی، علم تو علم ہے۔

یہ علوم جو ساری دنیا سے اٹھ کر مراکزِ اسلام میں اُمڈ آئے تھے، (اپنے اندر) بہت سی ناخالص چیزیں رکھتے تھے، ضروری تھا کہ انہیں کسی چھنی سے گزارا جاتا، کون تھا جو ان علوم کے مقابل اس چھنی کو رکھتا؟

Presented by Ziaraat.Com

سوائے ایک عالم امام معصومؑ کے؟ اس مقام پر امام رضاؑ کے لیے بہت ہی اہم اور سنگین رسالت سامنے آتی ہے۔ ضروری تھا کہ خاندان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عالم اٹھ کھڑا ہو اور (علوم کے) تصفیے کی ذمہ داری سرانجام دے، ناخالص چیزوں کے ورود میں مانع ہوتا کہ جو علوم (مسلمانوں کے درمیان آئیں) وہ انحرافی، آلودہ اور بری تعلیمات پر مشتمل نہ ہوں۔ ان کا ظاہر علم اور باطن جہل نہ ہو، امام رضاؑ نے یہ کام انجام دیا۔ انسان جب امام رضاؑ کے دوسرے ادیان کے حامل افراد سے کیے گئے مناظرات دیکھتا ہے تو آپ کے علمی مقام کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔

امام رضاؑ کا سب سے بڑا افتخار ضامن آھو ہونا نہیں ہے۔۔۔!

جب ہم امام کی توصیف بیان کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں: ایھا الامام الغریب، السلام علیک یا غریب الغرباء۔ ہم امام رضاؑ کو فقط غریب الغرباء جانتے ہیں۔ لیکن امام رضاؑ کے علمی مقام سے لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد ناآشنا ہے۔ لوگوں کی امام کے لیے محبت اور اخلاص عجیب (قسم کا) ہے۔ لوگ جانثاری کرتے ہیں لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان مراکزِ دینیہ (حرم ہائے مقدسہ) میں قوی ثقافتی مراکز وجود میں نہیں آئے جو زائرین کو علم و آگاہی دے سکیں تاکہ وہ یہاں سے جاتے ہوئے اسلامی ثقافت سے زیادہ آگاہی کے ساتھ اپنے گھروں کو لوٹیں۔ حوزہ ہائے علمیہ کو ان مسائل کے لیے فکر کرنی چاہیے۔ جب زائرین یہاں آتے ہیں تو ضروری ہے کہ انہیں (اخلاقی حوالے سے) مزین کیا جائے۔[1] وہ یہ خیال نہ کریں کہ امام کا سب سے بڑا افتخار یہ ہے کہ وہ ضامنِ آھو یا غریب الغرباء ہیں۔ امام رضاؑ کا علمی مقام (واقعاً) عجیب ہے۔ مامون خود کو اہل علم و دانش سمجھتا تھا۔ خیر وہ اہلِ علم تھا بھی کیونکہ تمام اموی و عباسی خلفاء میں وہ سب سے زیادہ پڑھا لکھا تھا۔[2]

---

[1] (کیونکہ معظم لہ کی یہ تقاریر ۲۵ سال پہلے کی ہیں لہذا آپ نے اس کمی کی جانب اشارہ کیا ہے۔ لیکن بحمد اللہ اب ان روضہ ہائے مقدسہ اہلبیت میں ایسے مراکز وجود میں آچکے ہیں جو زائرین کی مختلف زبانوں میں رہنمائی کرتے ہوئے اپنے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ ہرچند کہ ان میں اور بہتری کی گنجائش اب بھی موجود ہے۔ مترجم)

[2] (اندھوں میں کانا راجا۔ مترجم)

Presented by Ziaraat.Com

وہ اس چیز کو پسند کرتا تھا کہ اس کے علمی مرتبے کا پوری دنیا میں سکہ چلے اور لوگوں میں چرچا ہو کہ وہ علم دوست اور اس کا حامی ہے نیز اس کا دربار، دربارِ علم ہے۔ وہ کسی اچھے ہدف کے پیچھے نہیں تھا۔ اسے شوق تھا کہ اس کے دربار میں علمی بحثیں ہوں۔ جب امام رضاؑ طوس تشریف لائے تو اس نے نیت کی کہ تمام علمائے ادیان کو دعوت دے تا کہ وہ اس کے دربار میں آکر امام رضاؑ سے بحث کریں۔ دربار میں مختلف ادیان کے طرفدار موجود تھے، عیسائی، یہودی، آتش پرست، متکلمینِ اہلسنت وغیرہ۔

میں نے ایک مدت تک 'امام رضاؑ کانفرنس' کے حوالے سے امام کے مباحثات (ومناظرات) کا مطالعہ کیا۔ اس کے بعد کچھ مطالب بھی لکھے جو چھپ چکے ہیں۔ میں نے ان میں نئے اور عجیب وغریب مطالب کا مشاہدہ کیا، کیا ہی اعلی اور عمیق مباحث ہیں، کیا ظریف نکات ہیں، آپ سب بھی حتماً مطالعہ فرمائیں۔ علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار کی کتاب الاحتجاجات میں نقل کیے ہیں اور اس کے علاوہ دوسری کتب میں بھی نقل ہوئے ہیں۔

مامون کاہدف

ہمارے اعتقاد کے مطابق اس کام کے لیے مامون کے پاس دو محرکات وسبب تھے۔ ایک تو یہ کہ اس کے ذریعے سے وہ خود کو عالم اور علم دوست ثابت کر کے اپنے امتیازات میں اضافہ کرے۔ دوسرا یہ کہ کیونکہ اسے امام رضاؑ کے مقامِ امامت کی معرفت نہیں تھی، لہذا اس نے سوچا کہ امام رضاؑ نے تو مدینے میں پرورش پائی ہے انہیں مادی، عیسائی، یہودی اور دیگر مذاہب کی کیا خبر ہو گی۔ وہ سمجھتا تھا کہ امام بحث کریں گے (اور نعوذ باللہ اپنی کم علمی کی بنا پر شکست کھا جائیں گے) پھر یہ (اس وسیلے سے) امام کی (شخصیت) کو بدنام کرے گا۔

مامون نے امام رضاؑ سے کہا: یا ابن عم: آپ یہاں تشریف لائے ہیں اور مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے علماء بھی یہاں موجود ہیں۔ اسلام بھی علم، منطق و آزادی بیان کا طرفدار ہے، میں چاہتا ہوں کہ انہیں بلاؤں تا کہ وہ آپ سے بات چیت کریں اور (ان پر) آپ کا علمی مقام آشکار ہو جائے؟ امام نے فرمایا: سب کو بلا

Presented by Ziaraat.Com

لو۔امام کاایک صحابی وحشت زدہ ہو گیا(اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے اپنے نزدیکی ساتھی بھی صحیح معنوں میں مقامِ ولایت کی معرفت نہیں رکھتے تھے۔ مکارم) کہنے لگا: یابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! اگر ممکن ہو تو آپ خود کو اس معاملے سے دور رکھیے۔ یہ عجیب و غریب علماء ہیں، پر پیچ و خم استدلال کرتے ہیں، (اپنے اپنے میدان کے) عجیب (شہسوار) و پہلوان ہیں، یہ اہلِ سفسطہ اور اہلِ مغالطہ ہیں۔امام تبسم فرما کر بولے: تمہیں کل پتہ چل جائے گا کہ میں ان کے ساتھ کیا کرنے والا ہوں اور کیسے اپنے استدلال سے ان سب کے دلائل کو باطل کرتا ہوں۔ (دیکھنا) میں کیسے عیسائی علماء سے ان کی کتاب، یہودی علماء سے ان کی کتاب اور دوسرے علماء سے خود ان کی کتابوں اور انہی کی منطق و مبانی اور زبان میں گفتگو کرتا ہوں تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ ان کا پالا کس سے پڑا ہے۔

اس زمانے میں آج کے دور کی طرح ارتباطی وسائل نہیں تھے، ریڈیو یا ٹی وی نہیں تھا۔ لیکن ارتباط کے بہترین مراکز یہی دربار ہوا کرتے تھے۔ اور امام کی ولی عہدی قبول کرنے کی وجوہات میں سے ایک (کہ جس پر کچھ بے خبر حضرات نکتہ چینی کرتے ہیں. (مکارم)) یہی تھا کہ اس مرکز اور وسیلۂ ارتباط سے فائدہ اٹھائیں اور حقیقی اسلام کی آواز اور ولایت و تشیع کی آذان (دنیا کے) تمام گوش و کنار تک پہنچا دیں۔ یہ دربار خبریں منتشر کرنے کے لیے بہترین جگہ تھے۔

داستان بہت مفصل ہے۔ مختصراً یہ کہ بات یہاں تک پہنچ گئی کہ اس محفل میں شرکت کرنے والے بعض بزرگ علماء امام کے اصحاب اور شاگردِ خاص بن گئے۔ وہ صبح و شام امام کے گھر تشریف لاتے اور اپنی ارادت کا اظہار کرتے۔ جب ان مباحث کے ذریعے امام کی شہامت، رشادت اور علم روشن ہوا اور ہر جگہ یہ باتیں ہونے لگیں کہ مامون جواب تک علم کا بڑا دعویٰ کیا کرتا تھا امام کے علم کے سمندر کے مقابل ایک قطرہ آب ہے۔ چار دانگ عالم میں علمائے ادیان پر امام کی کامیابی کی خبر منتشر ہو گئی۔ مامون نے دیکھا کہ مسئلہ پیچیدہ اور اوضاع خراب ہو گئے ہیں۔ امام رضاؑ کا وجود اب اس کے لیے قابل برداشت نہیں تھا۔ شاید امام کے قتل کے محرکات میں سے ایک یہی تھا۔ لیکن امام تو اپنا کام انجام دے چکے تھے۔ اگرچہ شہید ہو گئے لیکن جس چیز کو ظاہر کرنا تھا اسے دکھلا گئے اور جس چیز کو بطور یادگار چھوڑنا ضروری تھا اسے یادگار کے طور پر چھوڑ گئے۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ ہیں معنی وَخُزَّانَ الْعِلْمِ؛ وَخَزَنَةً لِعِلْمِهِ اور وَارْتَضَاكُمْ لِغَيْبِهِ وَاخْتَارَكُمْ لِسِرِّهِ کے۔ جب ہم امام رضاؑ (یا کسی اور امام کی) ضریح کے مقابل کھڑے ہو کر یہ جملے دھرا رہے ہوتے ہیں اگر اس وقت ہمارے ذہن میں یہ علمی مباحث بھی موجود ہوں تو ہم زیارت جامعہ کے ان جملوں کو (بہتر انداز میں) سمجھ سکتے ہیں۔

۴ شعبان معظم ۱۴۳۷ ہجری، روز ولادت باسعادت باب الحوائج ابوالفضل العباس علمدار حسینیؑ، بمطابق ۱۱ مئی، ۲۰۱۶، دن ۱۰:۶ منٹ پر اس کتاب کے ترجمے سے فراغت حاصل ہوئی۔ خدا اس حقیر سی کاوش کو اس گناہگار سے قبول فرما کر فقیر کے گناہوں کی بخشش کا سہارا قرار دے۔ آمین۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم، بحق محمد و آلہ الطاہرین

بندۂ ثقلین؛ سید سبطین علی نقوی امروہوی الحیدری

مقیم حال، عش آل محمد، قم المقدس ایران

متن زیارت جامعہ کبیرہ

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَ مَوْضِعَ الرِّسَالَةِ وَ مُخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةِ وَ مَهْبِطَ الْوَحْيِ وَ مَعْدِنَ الرَّحْمَةِ وَ خُزَّانَ الْعِلْمِ وَ مُنْتَهَى الْحِلْمِ وَ أُصُولَ الْكَرَمِ وَ قَادَةَ الْأُمَمِ وَ أَوْلِيَاءَ النِّعَمِ وَ عَنَاصِرَ الْأَبْرَارِ وَ دَعَائِمَ الْأَخْيَارِ وَ سَاسَةَ الْعِبَادِ وَ أَرْكَانَ الْبِلَادِ وَ أَبْوَابَ الْإِيمَانِ وَ أُمَنَاءَ الرَّحْمَنِ وَ سُلَالَةَ النَّبِيِّينَ وَ صَفْوَةَ الْمُرْسَلِينَ وَ عِتْرَةَ خِيَرَةِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَ رَحْمَةُ اللَّهِ وَ بَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَى أَئِمَّةِ الْهُدَى وَ مَصَابِيحِ الدُّجَى وَ أَعْلَامِ التُّقَى وَ ذَوِي النُّهَى وَ أُولِي الْحِجَى وَ كَهْفِ الْوَرَى وَ وَرَثَةِ الْأَنْبِيَاءِ وَ الْمَثَلِ الْأَعْلَى وَ الدَّعْوَةِ الْحُسْنَى وَ حُجَجِ اللَّهِ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ الْأُولَى وَ رَحْمَةُ اللَّهِ وَ بَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَى مَحَالِّ مَعْرِفَةِ اللَّهِ وَ مَسَاكِنِ بَرَكَةِ اللَّهِ وَ مَعَادِنِ حِكْمَةِ اللَّهِ وَ حَفَظَةِ سِرِّ اللَّهِ وَ حَمَلَةِ كِتَابِ اللَّهِ وَ أَوْصِيَاءِ نَبِيِّ اللَّهِ وَ ذُرِّيَّةِ

Presented by Ziaraat.Com

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ السَّلامُ عَلَى الدُّعَاةِ إِلَى اللّٰهِ وَ الْأَدِلَّاءِ عَلَى مَرْضَاةِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَقِرِّينَ فِي أَمْرِ اللّٰهِ وَ التَّامِّينَ فِي مَحَبَّةِ اللّٰهِ وَ الْمُخْلِصِينَ فِي تَوْحِيدِ اللّٰهِ وَ الْمُظْهِرِينَ لِأَمْرِ اللّٰهِ وَ نَهْيِهِ وَ عِبَادِهِ الْمُكْرَمِينَ الَّذِينَ لا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ السَّلامُ عَلَى الْأَئِمَّةِ الدُّعَاةِ وَ الْقَادَةِ الْهُدَاةِ وَ السَّادَةِ الْوُلاةِ وَ الذَّادَةِ الْحُمَاةِ وَ أَهْلِ الذِّكْرِ وَ أُولِي الْأَمْرِ وَ بَقِيَّةِ اللّٰهِ وَ خِيَرَتِهِ وَ حِزْبِهِ وَ عَيْبَةِ عِلْمِهِ وَ حُجَّتِهِ وَ صِرَاطِهِ وَ نُورِهِ وبُرهَانِهِ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيكَ لَهُ كَمَا شَهِدَ اللّٰهُ لِنَفْسِهِ وَ شَهِدَتْ لَهُ مَلائِكَتُهُ وَ أُولُو الْعِلْمِ مِنْ خَلْقِهِ لا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ الْمُنْتَجَبُ وَ رَسُولُهُ الْمُرْتَضَى أَرْسَلَهُ بِالْهُدَى وَ دِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ* وَ أَشْهَدُ أَنَّكُمُ الْأَئِمَّةُ الرَّاشِدُونَ الْمَهْدِيُّونَ الْمَعْصُومُونَ الْمُكَرَّمُونَ الْمُقَرَّبُونَ الْمُتَّقُونَ الصَّادِقُونَ الْمُصْطَفَوْنَ الْمُطِيعُونَ لِلّٰهِ الْقَوَّامُونَ بِأَمْرِهِ الْعَامِلُونَ بِإِرَادَتِهِ الْفَائِزُونَ بِكَرَامَتِهِ اصْطَفَاكُمْ بِعِلْمِهِ وَ ارْتَضَاكُمْ لِغَيْبِهِ وَ اخْتَارَكُمْ لِسِرِّهِ وَ اجْتَبَاكُمْ بِقُدْرَتِهِ وَ أَعَزَّكُمْ بِهُدَاهُ وَ خَصَّكُمْ بِبُرْهَانِهِ وَ انْتَجَبَكُمْ لِنُورِهِ وَ أَيَّدَكُمْ بِرُوحِهِ وَ رَضِيَكُمْ خُلَفَاءَ فِي أَرْضِهِ وَ حُجَجاً عَلَى بَرِيَّتِهِ وَ أَنْصَاراً لِدِينِهِ وَ حَفَظَةً لِسِرِّهِ وَ خَزَنَةً لِعِلْمِهِ وَ مُسْتَوْدَعاً لِحِكْمَتِهِ وَ تَرَاجِمَةً لِوَحْيِهِ وَ أَرْكَاناً لِتَوْحِيدِهِ وَ شُهَدَاءَ عَلَى خَلْقِهِ وَ أَعْلاماً لِعِبَادِهِ وَ مَنَاراً فِي بِلادِهِ وَ أَدِلَّاءَ عَلَى صِرَاطِهِ عَصَمَكُمُ اللّٰهُ مِنَ الزَّلَلِ وَ آمَنَكُمْ مِنَ الْفِتَنِ وَ طَهَّرَكُمْ مِنَ الدَّنَسِ وَ أَذْهَبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ طَهَّرَكُمْ تَطْهِيراً فَعَظَّمْتُمْ جَلالَهُ وَ أَكْبَرْتُمْ شَأْنَهُ وَ مَجَّدْتُمْ كَرَمَهُ وَ أَدَمْتُمْ ذِكْرَهُ وَ وَكَّدْتُمْ مِيثَاقَهُ وَ أَحْكَمْتُمْ عَقْدَ طَاعَتِهِ وَ نَصَحْتُمْ لَهُ فِي السِّرِّ وَ الْعَلانِيَةِ وَ دَعَوْتُمْ إِلَى سَبِيلِهِ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ بَذَلْتُمْ أَنْفُسَكُمْ فِي مَرْضَاتِهِ وَ صَبَرْتُمْ عَلَى مَا أَصَابَكُمْ فِي جَنْبِهِ وَ أَقَمْتُمُ الصَّلاةَ وَ آتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَ أَمَرْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَ نَهَيْتُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ جَاهَدْتُمْ فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ حَتَّى أَعْلَنْتُمْ دَعْوَتَهُ وَ بَيَّنْتُمْ فَرَائِضَهُ وَ أَقَمْتُمْ حُدُودَهُ وَ نَشَرْتُمْ شَرَائِعَ أَحْكَامِهِ وَ سَنَنْتُمْ سُنَّتَهُ وَ صِرْتُمْ فِي ذَلِكَ مِنْهُ إِلَى الرِّضَا وَ سَلَّمْتُمْ لَهُ

Presented by Ziaraat.Com

الْقَضَاءِ وَصَدَّقْتُمْ مِنْ رُسُلِهِ مَنْ مَضَى فَالرَّاغِبُ عَنْكُمْ مَارِقٌ وَ اللاَّزِمُ لَكُمْ لاَحِقٌ وَ الْمُقَصِّرُ فِي حَقِّكُمْ زَاهِقٌ وَ الْحَقُّ مَعَكُمْ وَ فِيكُمْ وَ مِنْكُمْ وَ إِلَيْكُمْ وَ أَنْتُمْ أَهْلُهُ وَ مَعْدِنُهُ وَ مِيرَاثُ النُّبُوَّةِ عِنْدَكُمْ وَ إِيَابُ الْخَلْقِ إِلَيْكُمْ وَ حِسَابُهُمْ عَلَيْكُمْ وَ فَصْلُ الْخِطَابِ عِنْدَكُمْ وَ آيَاتُ اللَّهِ لَدَيْكُمْ وَ عَزَائِمُهُ فِيكُمْ وَ نُورُهُ وَ بُرْهَانُهُ عِنْدَكُمْ وَ أَمْرُهُ إِلَيْكُمْ مَنْ وَالاكُمْ فَقَدْ وَالَى اللَّهَ وَ مَنْ عَادَاكُمْ فَقَدْ عَادَى اللَّهَ وَ مَنْ أَحَبَّكُمْ فَقَدْ أَحَبَّ اللَّهَ وَ مَنْ أَبْغَضَكُمْ فَقَدْ أَبْغَضَ اللَّهَ وَ مَنِ اعْتَصَمَ بِكُمْ فَقَدِ اعْتَصَمَ بِاللَّهِ أَنْتُمُ الصِّرَاطُ الْأَقْوَمُ وَ شُهَدَاءُ دَارِ الْفَنَاءِ وَ شُفَعَاءُ دَارِ الْبَقَاءِ وَ الرَّحْمَةُ الْمَوْصُولَةُ وَ الْآيَةُ الْمَخْزُونَةُ وَ الْأَمَانَةُ الْمَحْفُوظَةُ وَ الْبَابُ الْمُبْتَلَى بِهِ النَّاسُ مَنْ أَتَاكُمْ نَجَا وَ مَنْ لَمْ يَأْتِكُمْ هَلَكَ إِلَى اللَّهِ تَدْعُونَ وَ عَلَيْهِ تَدُلُّونَ وَ بِهِ تُؤْمِنُونَ وَ لَهُ تُسَلِّمُونَ وَ بِأَمْرِهِ تَعْمَلُونَ وَ إِلَى سَبِيلِهِ تُرْشِدُونَ وَ بِقَوْلِهِ تَحْكُمُونَ سَعِدَ مَنْ وَالاكُمْ وَ هَلَكَ مَنْ عَادَاكُمْ وَ خَابَ مَنْ جَحَدَكُمْ وَ ضَلَّ مَنْ فَارَقَكُمْ وَ فَازَ مَنْ تَمَسَّكَ بِكُمْ وَ أَمِنَ مَنْ لَجَأَ إِلَيْكُمْ وَ سَلِمَ مَنْ صَدَّقَكُمْ وَ هُدِيَ مَنِ اعْتَصَمَ بِكُمْ مَنِ اتَّبَعَكُمْ فَالْجَنَّةُ مَأْوَاهُ وَ مَنْ خَالَفَكُمْ فَالنَّارُ مَثْوَاهُ وَ مَنْ جَحَدَكُمْ كَافِرٌ وَ مَنْ حَارَبَكُمْ مُشْرِكٌ وَ مَنْ رَدَّ عَلَيْكُمْ فِي أَسْفَلِ دَرْكٍ مِنَ الْجَحِيمِ أَشْهَدُ أَنَّ هَذَا سَابِقٌ لَكُمْ فِيمَا مَضَى وَ جَارٍ لَكُمْ فِيمَا بَقِيَ وَ أَنَّ أَرْوَاحَكُمْ وَ نُورَكُمْ وَ طِينَتَكُمْ وَاحِدَةٌ طَابَتْ وَ طَهُرَتْ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ خَلَقَكُمُ اللَّهُ أَنْوَاراً فَجَعَلَكُمْ بِعَرْشِهِ مُحْدِقِينَ حَتَّى مَنَّ عَلَيْنَا بِكُمْ فَجَعَلَكُمْ فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَ جَعَلَ صَلَوَاتِنَا عَلَيْكُمْ وَ مَا خَصَّنَا بِهِ مِنْ وَلايَتِكُمْ طِيباً لِخَلْقِنَا وَ طَهَارَةً لِأَنْفُسِنَا وَ تَزْكِيَةً لَنَا وَ كَفَّارَةً لِذُنُوبِنَا فَكُنَّا عِنْدَهُ مُسَلِّمِينَ بِفَضْلِكُمْ وَ مَعْرُوفِينَ بِتَصْدِيقِنَا إِيَّاكُمْ فَبَلَغَ اللَّهُ بِكُمْ أَشْرَفَ مَحَلِّ الْمُكَرَّمِينَ وَ أَعْلَى مَنَازِلِ الْمُقَرَّبِينَ وَ أَرْفَعَ دَرَجَاتِ الْمُرْسَلِينَ حَيْثُ لا يَلْحَقُهُ لاحِقٌ وَ لا يَفُوقُهُ فَائِقٌ وَ لا يَسْبِقُهُ سَابِقٌ وَ لا يَطْمَعُ فِي إِدْرَاكِهِ طَامِعٌ حَتَّى لا يَبْقَى مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَ لا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ وَ لا صِدِّيقٌ وَ لا شَهِيدٌ وَ لا عَالِمٌ وَ لا جَاهِلٌ وَ لا دَنِيٌّ وَ لا فَاضِلٌ وَ لا مُؤْمِنٌ صَالِحٌ وَ لا فَاجِرٌ طَالِحٌ وَ لا جَبَّارٌ عَنِيدٌ وَ لا شَيْطَانٌ مَرِيدٌ وَ لا خَلْقٌ فِيمَا بَيْنَ ذَلِكَ شَهِيدٌ إِلَّا

Presented by Ziaraat.Com

عَرَّفَهُمْ جَلَالَةَ أَمْرِكُمْ وَ عِظَمَ خَطَرِكُمْ وَ كِبَرَ شَأْنِكُمْ وَ تَمَامَ نُورِكُمْ وَ صِدْقَ مَقَاعِدِكُمْ وَ ثَبَاتَ مَقَامِكُمْ وَ شَرَفَ مَحَلِّكُمْ وَ مَنْزِلَتِكُمْ عِنْدَهُ وَ كَرَامَتَكُمْ عَلَيْهِ وَ خَاصَّتَكُمْ لَدَيْهِ وَ قُرْبَ مَنْزِلَتِكُمْ مِنْهُ بِأَبِي أَنْتُمْ وَ أُمِّي وَ أَهْلِي وَ مَالِي وَ أُسْرَتِي أُشْهِدُ اللَّهَ وَ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي مُؤْمِنٌ بِكُمْ وَ بِمَا آمَنْتُمْ بِهِ كَافِرٌ بِعَدُوِّكُمْ وَ بِمَا كَفَرْتُمْ بِهِ مُسْتَبْصِرٌ بِشَأْنِكُمْ وَ بِضَلَالَةِ مَنْ خَالَفَكُمْ مُوَالٍ لَكُمْ وَ لِأَوْلِيَائِكُمْ مُبْغِضٌ لِأَعْدَائِكُمْ وَ مُعَادٍ لَهُمْ سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَكُمْ وَ حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَكُمْ مُحَقِّقٌ لِمَا حَقَّقْتُمْ مُبْطِلٌ لِمَا أَبْطَلْتُمْ مُطِيعٌ لَكُمْ عَارِفٌ بِحَقِّكُمْ مُقِرٌّ بِفَضْلِكُمْ مُحْتَمِلٌ لِعِلْمِكُمْ مُحْتَجِبٌ بِذِمَّتِكُمْ مُعْتَرِفٌ بِكُمْ وَ مُؤْمِنٌ بِإِيَابِكُمْ مُصَدِّقٌ بِرَجْعَتِكُمْ مُنْتَظِرٌ لِأَمْرِكُمْ مُرْتَقِبٌ لِدَوْلَتِكُمْ آخِذٌ بِقَوْلِكُمْ عَامِلٌ بِأَمْرِكُمْ مُسْتَجِيرٌ بِكُمْ زَائِرٌ لَكُمْ لَائِذٌ عَائِذٌ بِقُبُورِكُمْ مُسْتَشْفِعٌ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ بِكُمْ وَ مُتَقَرِّبٌ بِكُمْ إِلَيْهِ وَ مُقَدِّمُكُمْ أَمَامَ طَلِبَتِي وَ حَوَائِجِي وَ إِرَادَتِي فِي كُلِّ أَحْوَالِي وَ أُمُورِي مُؤْمِنٌ بِسِرِّكُمْ وَ عَلَانِيَتِكُمْ وَ شَاهِدِكُمْ وَ غَائِبِكُمْ وَ أَوَّلِكُمْ وَ آخِرِكُمْ وَ مُفَوِّضٌ فِي ذَلِكَ كُلِّهِ إِلَيْكُمْ وَ مُسَلِّمٌ فِيهِ مَعَكُمْ وَ قَلْبِي لَكُمْ سِلْمٌ وَ رَأْيِي لَكُمْ تَبَعٌ وَ نُصْرَتِي لَكُمْ مُعَدَّةٌ حَتَّى يُحْيِيَ اللَّهُ دِينَهُ بِكُمْ وَ يَرُدَّكُمْ فِي أَيَّامِهِ وَ يُظْهِرَكُمْ لِعَدْلِهِ وَ يُمَكِّنَكُمْ فِي أَرْضِهِ فَمَعَكُمْ مَعَكُمْ لَا مَعَ عَدُوِّكُمْ آمَنْتُ بِكُمْ وَ تَوَلَّيْتُ آخِرَكُمْ بِمَا تَوَلَّيْتُ بِهِ أَوَّلَكُمْ وَ بَرِئْتُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ مِنْ أَعْدَائِكُمْ وَ مِنَ الْجِبْتِ وَ الطَّاغُوتِ وَ الشَّيَاطِينِ وَ حِزْبِهِمُ الظَّالِمِينَ لَكُمُ الْجَاحِدِينَ لِحَقِّكُمْ وَ الْمَارِقِينَ مِنْ وَلَايَتِكُمْ وَ الْغَاصِبِينَ لِإِرْثِكُمْ الشَّاكِّينَ فِيكُمُ الْمُنْحَرِفِينَ عَنْكُمْ وَ مِنْ كُلِّ وَلِيجَةٍ دُونَكُمْ وَ كُلِّ مُطَاعٍ سِوَاكُمْ وَ مِنَ الْأَئِمَّةِ الَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ فَثَبَّتَنِيَ اللَّهُ أَبَداً مَا حَيِيتُ عَلَى مُوَالاتِكُمْ وَ مَحَبَّتِكُمْ وَ دِينِكُمْ وَ وَفَّقَنِي لِطَاعَتِكُمْ وَ رَزَقَنِي شَفَاعَتَكُمْ وَ جَعَلَنِي مِنْ خِيَارِ مَوَالِيكُمُ التَّابِعِينَ لِمَا دَعَوْتُمْ إِلَيْهِ وَ جَعَلَنِي مِمَّنْ يَقْتَصُّ آثَارَكُمْ وَ يَسْلُكُ سَبِيلَكُمْ وَ يَهْتَدِي بِهُدَاكُمْ وَ يُحْشَرُ فِي زُمْرَتِكُمْ وَ يَكِرُّ فِي رَجْعَتِكُمْ وَ يُمَلَّكُ فِي دَوْلَتِكُمْ وَ يُشَرَّفُ فِي عَافِيَتِكُمْ وَ يُمَكَّنُ فِي أَيَّامِكُمْ وَ تَقَرُّ عَيْنُهُ غَداً بِرُؤْيَتِكُمْ بِأَبِي أَنْتُمْ وَ أُمِّي وَ نَفْسِي وَ أَهْلِي وَ مَالِي مَنْ أَرَادَ اللَّهَ بَدَأَ

Presented by Ziaraat.Com

بِكُمْ وَ مَنْ وَحَّدَهُ قَبِلَ عَنْكُمْ وَ مَنْ قَصَدَهُ تَوَجَّهَ بِكُمْ مَوَالِيَّ لاَ أُحْصِي ثَنَاءَكُمْ وَ لاَ أَبْلُغُ مِنَ الْمَدْحِ
كُنْهَكُمْ وَ مِنَ الْوَصْفِ قَدْرَكُمْ وَ أَنْتُمْ نُورُ الْأَخْيَارِ وَ هُدَاةُ الْأَبْرَارِ وَ حُجَجُ الْجَبَّارِ بِكُمْ فَتَحَ اللَّهُ وَ بِكُمْ
يَخْتِمُ وَ بِكُمْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ* وَ بِكُمْ يُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلاَّ بِإِذْنِهِ وَ بِكُمْ يُنَفِّسُ الْهَمَّ وَ
يَكْشِفُ الضُّرَّ وَ عِنْدَكُمْ مَا نَزَلَتْ بِهِ رُسُلُهُ وَ هَبَطَتْ بِهِ مَلاَئِكَتُهُ وَ إِلَى جَدِّكُمْ بُعِثَ الرُّوحُ الْأَمِينُ وَ
إِنْ كَانَتِ الزِّيَارَةُ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ ع فَقُلْ وَ إِلَى أَخِيكَ بُعِثَ الرُّوحُ الْأَمِينُ آتَاكُمُ اللَّهُ مَا لَمْ يُؤْتِ أَحَداً
مِنَ الْعَالَمِينَ طَأْطَأَ كُلُّ شَرِيفٍ لِشَرَفِكُمْ وَ بَخَعَ كُلُّ مُتَكَبِّرٍ لِطَاعَتِكُمْ وَ خَضَعَ كُلُّ جَبَّارٍ لِفَضْلِكُمْ وَ ذَلَّ
كُلُّ شَيْءٍ لَكُمْ وَ أَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِكُمْ وَ فَازَ الْفَائِزُونَ بِوَلاَيَتِكُمْ بِكُمْ يُسْلَكُ إِلَى الرِّضْوَانِ وَ عَلَى
مَنْ جَحَدَ وَلاَيَتَكُمْ غَضَبُ الرَّحْمَنِ بِأَبِي أَنْتُمْ وَ أُمِّي وَ نَفْسِي وَ أَهْلِي وَ مَالِي ذِكْرُكُمْ فِي الذَّاكِرِينَ وَ
أَسْمَاؤُكُمْ فِي الْأَسْمَاءِ وَ أَجْسَادُكُمْ فِي الْأَجْسَادِ وَ أَرْوَاحُكُمْ فِي الْأَرْوَاحِ وَ أَنْفُسُكُمْ فِي النُّفُوسِ وَ
آثَارُكُمْ فِي الْآثَارِ وَ قُبُورُكُمْ فِي الْقُبُورِ فَمَا أَحْلَى أَسْمَاءَكُمْ وَ أَكْرَمَ أَنْفُسَكُمْ وَ أَعْظَمَ شَأْنَكُمْ وَ أَجَلَّ
خَطَرَكُمْ وَ أَوْفَى عَهْدَكُمْ كَلاَمُكُمْ نُورٌ وَ أَمْرُكُمْ رُشْدٌ وَ وَصِيَّتُكُمُ التَّقْوَى وَ فِعْلُكُمُ الْخَيْرُ وَ عَادَتُكُمُ
الْإِحْسَانُ وَ سَجِيَّتُكُمُ الْكَرَمُ وَ شَأْنُكُمُ الْحَقُّ وَ الصِّدْقُ وَ الرِّفْقُ وَ قَوْلُكُمْ حُكْمٌ وَ حَتْمٌ وَ رَأْيُكُمْ عِلْمٌ
وَ حِلْمٌ وَ حَزْمٌ إِنْ ذُكِرَ الْخَيْرُ كُنْتُمْ أَوَّلَهُ وَ أَصْلَهُ وَ فَرْعَهُ وَ مَعْدِنَهُ وَ مَأْوَاهُ وَ مُنْتَهَاهُ بِأَبِي أَنْتُمْ وَ أُمِّي وَ
نَفْسِي كَيْفَ أَصِفُ حُسْنَ ثَنَائِكُمْ وَ أُحْصِي جَمِيلَ بَلاَئِكُمْ وَ بِكُمْ أَخْرَجَنَا اللَّهُ مِنَ الذُّلِّ وَ فَرَّجَ عَنَّا
غَمَرَاتِ الْكُرُوبِ وَ أَنْقَذَنَا مِنْ شَفَا جُرُفِ الْهَلَكَاتِ وَ مِنَ النَّارِ بِأَبِي أَنْتُمْ وَ أُمِّي وَ نَفْسِي بِمُوَالاَتِكُمْ
عَلَّمَنَا اللَّهُ مَعَالِمَ دِينِنَا وَ أَصْلَحَ مَا كَانَ فَسَدَ مِنْ دُنْيَانَا وَ بِمُوَالاَتِكُمْ تَمَّتِ الْكَلِمَةُ وَ عَظُمَتِ النِّعْمَةُ وَ
ائْتَلَفَتِ الْفُرْقَةُ وَ بِمُوَالاَتِكُمْ تُقْبَلُ الطَّاعَةُ الْمُفْتَرَضَةُ وَ لَكُمُ الْمَوَدَّةُ الْوَاجِبَةُ وَ الدَّرَجَاتُ الرَّفِيعَةُ وَ
الْمَقَامُ الْمَحْمُودُ وَ الْمَقَامُ الْمَعْلُومُ عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ الْجَاهُ الْعَظِيمُ وَ الشَّأْنُ الْكَبِيرُ وَ الشَّفَاعَةُ الْمَقْبُولَةُ
رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَ اتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ رَبَّنَا لاَ تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا

Presented by Ziaraat.Com

مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ سُبْحانَ رَبِّنا إِنْ كانَ وَعْدُ رَبِّنا لَمَفْعُولاً يا وَلِيَّ اللّٰهِ إِنَّ بَيْنِي وَبَيْنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ذُنُوباً لا يَأْتِي عَلَيْها إِلاَّ رِضاكُمْ فَبِحَقِّ مَنِ ائْتَمَنَكُمْ عَلىٰ سِرِّهِ وَاسْتَرْعاكُمْ أَمْرَ خَلْقِهِ وَقَرَنَ طاعَتَكُمْ بِطاعَتِهِ لَمَّا اسْتَوْهَبْتُمْ ذُنُوبِي وَكُنْتُمْ شُفَعائِي فَإِنِّي لَكُمْ مُطِيعٌ مَنْ أَطاعَكُمْ فَقَدْ أَطاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصاكُمْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ أَحَبَّكُمْ فَقَدْ أَحَبَّ اللّٰهَ وَمَنْ أَبْغَضَكُمْ فَقَدْ أَبْغَضَ اللّٰهَ اللّٰهُمَّ إِنِّي لَوْ وَجَدْتُ شُفَعاءَ أَقْرَبَ إِلَيْكَ مِنْ مُحَمَّدٍ وَأَهْلِ بَيْتِهِ الْأَخْيارِ الْأَئِمَّةِ الْأَبْرارِ لَجَعَلْتُهُمْ شُفَعائِي فَبِحَقِّهِمُ الَّذِي أَوْجَبْتَ لَهُمْ عَلَيْكَ أَسْأَلُكَ أَنْ تُدْخِلَنِي فِي جُمْلَةِ الْعارِفِينَ بِهِمْ وَبِحَقِّهِمْ وَفِي زُمْرَةِ الْمَرْحُومِينَ بِشَفاعَتِهِمْ إِنَّكَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيماً كَثِيراً وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔[1]

ترجمہ زیارت جامعہ کبیرہ

آپ پر سلام ہو اے خاندان نبوت؛ اے پیغام الٰہی کے آنے کی جگہ اور ملائکہ کے آنے جانے کے مقام؛ وحی نازل ہونے کی جگہ؛ نزول رحمت کے مرکز؛ علوم کے خزینہ دار؛ حد درجہ کے برد بار اور بزرگواری کے حامل؛ آپ قوموں کے پیشوا، نعمتوں کے باٹنے والے؛ سرمایۂ نیکو کاران، پارسائوں کے ستون، بندوں کے لیے تدبیر کار، آبادیوں کے سردار، ایمان واسلام کے دروازے، اور خدا کے امانتدار ہیں؛ آپ نبیوں کی نسل ورسولوں میں سے پسندیدہ ترین نبی کی اولاد؛ جہانوں کے رب کے پسند شدگان کی اولاد ہیں آپ پر سلام اور

[1] من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص: ۶۰۹؛ تہذیب الاحکام (تحقیق خرسان)، ج ۶، ص: ۹۵؛ المزار الکبیر (لابن المشدي)، ص: ۵۲۳؛ بحار الانوار (ط-بیروت)، ج ۹۹، ص: ۱۲۷۔

Presented by Ziaraat.Com

خدا کی رحمت ہو اور اس کی برکات ہوں۔ سلام ہو آپ پر جو ہدایت بخشنے والے امام ہیں؛ تاریکیوں میں چراغ ہیں؛ پرہیز گاری کے نشان ہیں؛ صاحبان عقل و خرد اور مالکان دانش ہیں؛ آپ لوگوں کی پناہ گاہ؛ نبیوں کے وارث؛ بلند ترین نمونہ عمل (کے حامل) اور بہترین دعوت دینے والے ہیں؛ آپ آغاز و انجام میں دنیا والوں پر خدا کی حجتیں ہیں؛ آپ پر سلام، خدا کی رحمت اور اس کی برکات ہوں۔ سلام ہو خدا کی معرفت کے ذریعوں پر جو خدا کی برکت کے مقام اور خدا کی حکمت کی کانیں ہیں؛ خدا کے رازوں کے نگہبان؛ خدا کی کتاب کے حامل؛ خدا کے آخری نبی کے جانشین اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہیں خدا ان پر اور ان کی آلؑ پر درود بھیجے اور خدا کی رحمت ہو اور اس کی برکات ہوں؛ سلام ہو خدا کی طرف بلانے والوں پر؛ خدا کی رضاؤں سے آگاہ کرنے والوں پر؛ جو خدا کے معاملے میں ایستادہ؛ خدا کی محبت میں سب سے کامل اور خدا کی توحید کے عقیدے میں کھرے ہیں؛ وہ خدا کے امر و نہی کو بیان کرنے والے اور اس کے گرامی قدر بندے ہیں؛ جو اسکے آگے بولنے میں پہل نہیں کرتے اور اسکے حکم پر عمل کرتے ہیں؛ ان پر خدا کی رحمت ہو اور اسکی برکات ہوں۔ سلام ہو ان پر جو دعوت دینے والے امام ہیں؛ ہدایت دینے والے راہنما ہیں؛ صاحب ولایت ہیں؛ حمایت کرنے والے نگہدار سردار ہیں؛ ذکر الٰہی کرنے والے اور والیانِ امر ہیں؛ وہ خدا کا سرمایہ؛ اس کے پسندیدہ؛ اس کی جماعت؛ اور اس کے علوم کا خزانہ ہیں؛ وہ خدا کی حجت؛ اس کا راستہ؛ اس کا نور؛ اور اسکی نشانی ہیں؛ خدا کی رحمت ہو اور اسکی برکات ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو یکتا ہے کوئی اسکا شریک نہیں جیسا کہ خدا نے اپنے لیے خود گواہی دی اسکے ساتھ اسکے فرشتے اور اسکی مخلوق میں سے صاحبان علم بھی گواہ ہیں کہ کوئی معبود نہیں مگر وہی جو زبردست اور حکمت والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکے برگزیدہ بندے اور اسکے پسندیدہ رسول ہیں جن کو اس نے ہدایت اور سچے دین کیساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک پسند نہ بھی کریں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہدایت کرنے والے امام ہیں؛ سنورے ہوئے؛ گناہ سے بچائے ہوئے؛ بزرگیوں والے؛ اس سے نزدیک تر پرہیز گار؛ صدق والے؛ چنے ہوئے؛ خدا کے اطاعت گزار؛ اس کے حکم پر کمر بستہ؛ اس کے ارادے پر عمل کرنیوالے؛ اور اس کی مہربانی سے کامیاب ہیں؛ کہ اس نے اپنے علم کیلئے آپ کو چنا؛ اپنے غیب کیلئے آپکو پسند

Presented by Ziaraat.Com

کیا؛اپنے راز کیلئے آپکو منتخب کیا؛اپنی قدرت سے آپکو اپنا بنایا؛اپنی ہدایت سے عزت دی؛اور اپنی دلیل کیلئے خاص کیا؛اس نے آپکو اپنے نور کیلئے چنا؛روح القدس سے آپکو قوت دی؛اپنی زمین میں آپ کو اپنا نائب قرار دیا؛اپنی مخلوق پر اپنی حجت بنایا؛اپنے دین کے ناصر اور اپنے راز کا نگہدار اور اپنے علم کا خزینہ دار بنایا؛اپنی حکمت آپ کے سپرد کی؛آپ کو اپنی وحی کا ترجمان اور اپنی توحید کا مبلغ بنایا؛اس نے آپکو اپنی مخلوق پر گواہ قرار دیا؛ اپنے بندوں کیلئے نشان منزل؛اپنے شہروں کی روشنی؛ اور اپنے راستے کا رہبر قرار دیا؛خدا نے آپکو خطاؤں سے بچایا؛فتنوں سے محفوظ کیا؛اور ہر آلودگی سے صاف رکھا؛آلائش آپ سے دور کر دی اور آپکو ایسے پاک رکھا جیسے پاک رکھنے کا حق ہے؛ پس آپ نے اسکے جلال کی بڑائی کی؛اسکے مقام کو بلند جانا؛اسکی بزرگی کی توصیف کی؛اس کے ذکر کو جاری رکھا؛ اسکے عہد کو پختہ کیا؛ اسکی فرمانبرداری کے عقیدے کو محکم بنایا؛آپ نے پوشیدہ و ظاہر اسکا ساتھ دیا؛اور اس کے سیدھے راستے کی طرف لوگوں کو دانشمندی اور بہترین نصیحت کے ذریعے بلایا؛آپ نے اس کی رضا کیلئے اپنی جانیں قربان کیں اور اسکی راہ میں آپکو جو دکھ پہنچے انکو صبر سے جھیلا؛آپ نے نماز قائم کی اور زکواۃ دیتے رہے؛آپ نے نیک کاموں کا حکم دیا؛ برے کاموں سے منع فرمایا؛ اور خدا کی راہ میں جہاد کا حق ادا کیا؛ چنانچہ آپ نے اسکا پیغام عام کیا؛اسکے عائد کردہ فرائض بتائے؛اور اسکی مقررہ حدیں جاری کیں؛آپ نے اسکے احکام بیان کیے؛اسکے طریقے رائج کیے؛اور اس میں آپ اسکی رضا کے طالب ہوئے؛آپ نے اسکے ہر فیصلے کو تسلیم کیا؛اور آپ نے اسکے گذشتہ پیغمبروں کی تصدیق کی؛ پس آپ سے ہٹنے والا دین سے نکل گیا؛آپکا ہمراہی دیندار رہا؛اور آپکے حق کو کم سمجھنے والا نابود ہوا؛حق آپ کیساتھ ہے؛آپ میں ہے؛آپ کی طرف سے ہے؛آپ کی جانب آیا ہے؛آپ حق والے ہیں؛اور مرکز حق ہیں؛ نبوت کا ترکہ آپ کے پاس ہے؛ لوگوں کی واپسی آپ کی طرف ہے؛اور ان کا حساب آپ کو لینا ہے؛ آپ حق و باطل کا فیصلہ کرنے والے ہیں؛ خدا کی آیتیں اور اسکے ارادے آپکے دلوں میں ہیں؛ اسکا نور اور محکم دلیل آپکے پاس ہے؛اور اسکا حکم آپکی طرف آیا ہے؛آپکا دوست خدا کا دوست اور جو آپکا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے؛ جس نے آپ سے محبت کی اس نے خدا سے محبت کی؛اور جس نے آپ سے نفرت کی اس نے خدا سے نفرت کی؛اور جو آپ سے وابستہ ہوا وہ خدا سے وابستہ ہوا؛ کیونکہ آپ سیدھا راستہ؛ دنیا میں لوگوں پر

Presented by Ziaraat.Com

شاہد و گواہ؛اور آخرت میں شفاعت کرنے والے ہیں؛آپ ختم نہ ہونے والی رحمت ؛ محفوظ شدہ آیت ؛ سنبھالی ہوئی امانت ؛ اور وہ راستہ ہیں جس سے لوگ آزمائے جاتے ہیں؛جو آپکے پاس آیا نجات پا گیا؛اور جو ہٹا رہا وہ تباہ ہو گیا؛آپ خدا کیطرف بلانے والے ؛اور اسکی طرف رہبری کرنے والے ہیں؛ آپ اس پر ایمان رکھتے اور اسکے فرمانبردار ہیں؛آپ اسکا حکم ماننے والے ؛اسکے راستے کی طرف لے جانے والے ؛اور اسکے حکم سے فیصلہ دینے والے ہیں؛ کامیاب ہوا وہ جو آپکا دوست ہے؛ ہلاک ہوا وہ جو آپکا دشمن ہے؛اور خوار ہوا وہ جس نے آپکا انکار کیا؛ گمراہ ہوا وہ جو آپ سے جدا ہوا؛اور بامراد ہوا وہ جو آپکے ہمراہ رہا؛اور اسے امن ملا جس نے آپکی پناہ لی؛ سلامت رہا وہ جس نے آپکی تصدیق کی؛اور ہدایت پا گیا وہ جس نے آپکا دامن پکڑا؛ جس نے آپکی اتباع کی اسکا مقام جنت ہے؛اور جس نے آپکی نافرمانی کی اسکا ٹھکانا جہنم ہے؛ جس نے آپکا انکار کیا وہ کافر ہے؛ جس نے آپ سے جنگ کی وہ مشرک ہے؛اور جس نے آپکو غلط قرار دیا وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ مقام آپکو گذشتہ زمانے میں حاصل تھا؛اور آئندہ زمانے میں بھی حاصل رہے گا؛ بے شک آپ سب کی روحیں آپکے نور اور آپکی اصل ایک ہے؛ جو خوش آیند اور پاکیزہ ہے؛ کہ آپ میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں؛ خدا نے آپکو نور کی شکل میں پیدا کیا؛ پھر آپ سب کو اپنے عرش کے ارد گرد رکھا؛ حتیٰ کہ ہم پر احسان کیا اور آپکو بھیجا؛ پس آپکو ان گھروں میں رکھا جنکو خدا نے بلند کیا؛اور ان میں اسکا نام لیا جاتا ہے؛ اس نے آپ پر ہمارے درود و سلام قرار دیئے؛اس سے ہمیں آپکی ولایت میں خصوصیت دی؛اسے ہماری پاکیزہ پیدائش؛ ہمارے نفسوں کی صفائی؛ ہمارے باطن کی درستی کا ذریعہ اور گناہوں کا کفارہ بنایا؛ پس ہم اسکے حضور آپکی فضیلت کو ماننے والے ؛اور آپکی تصدیق کرنے والے قرار پا گئے ؛ ہاں خدا آپکو صاحبان عظمت کے بلند مقام پر پہنچائے؛ اور اپنے مقربین کی بلند منزلوں تک لے جائے؛اور اپنے پیغمبروں کے اونچے مراتب عطا کرے؛ اسطرح کہ پیچھے والا وہاں نہ پہنچے ؛اور کوئی اوپر والا اس مقام سے بلند نہ ہو؛اور کوئی آگے والا آگے نہ بڑھے ؛اور کوئی طمع کرنے والا اس مقام کی طمع نہ کرے؛ یہاں تک کہ باقی نہ رہے کوئی مقرب فرشتہ ؛نہ کوئی نبی مرسل ؛نہ کوئی صدیق؛ نہ شہید؛ نہ کوئی عالم؛ اور نہ جاہل؛ نہ کوئی پست؛ اور نہ کوئی بلند؛ نہ کوئی نیک مؤمن ؛اور نہ کوئی فاسق و فاجر اور گناہ گار؛ نہ کوئی ضدی سرکش ؛اور نہ کوئی مغرور شیطان ؛اور نہ ہی کوئی اور

Presented by Ziaraat.Com

مخلوق گواہی دے سوائے اسکے کہ وہ انکو آپکی شان سے آگاہ کرے؛ آپکے مقام کی بلندی؛ آپکی شان کی بڑائی؛ آپکے نور کی کاملیت؛ آپکے درست درجات؛ آپکے مراتب کی ہمیشگی؛ آپکے خاندان کی بزرگی؛ اسکے ہاں آپکے مقام؛ اس کے سامنے آپکی بزرگواری؛ اس کے ساتھ آپکی خصوصیت؛ اور اس سے آپکے مقام کے قرب کی گواہی دے؛ میرے ماں باپ؛ میرا گھر؛ میرا مال؛ اور میرا خاندان آپ پر قربان۔ میں گواہ بناتا ہوں خدا کو اور آپکو کہ اس پر میں ایمان رکھتا ہوں جس پر آپ ایمان رکھتے ہیں؛ منکر ہوں آپکے دشمن کا اور جس چیز کا آپ انکار کرتے ہیں؛ آپکی شان کو جانتا ہوں اور آپکے مخالف کی گمراہی کو سمجھتا ہوں؛ محبت رکھتا ہوں آپ سے اور آپکے دوستوں سے؛ نفرت کرتا ہوں آپکے دشمنوں سے اور انکا دشمن ہوں؛ میری صلح ہے اس سے جو آپ سے صلح رکھے؛ اور جنگ ہے اس سے جو آپ سے جنگ کرے؛ حق کہتا ہوں اسے جسکو آپ حق کہیں؛ باطل کہتا ہوں اسے جسکو آپ باطل کہیں؛ آپکا فرمانبردار ہوں؛ آپکے حق کو پہچانتا ہوں؛ آپکی بڑائی کو مانتا ہوں؛ آپکے علم کا معتقد ہوں؛ آپکی ولایت میں پناہ گزین ہوں؛ آپکی ذات کا اقرار کرتا ہوں؛ آپکے بزرگان کا معتقد ہوں؛ آپکی رجعت کی تصدیق کرتا ہوں؛ آپکے دور کا منتظر ہوں؛ آپکی حکومت کا انتظار کرتا ہوں؛ آپ کے قول کو قبول کرتا ہوں؛ آپ کے حکم پر عمل کرتا ہوں؛ آپکی پناہ میں ہوں؛ آپکی زیارت کو آیا ہوں؛ آپکے مقبرے میں پوشیدہ ہو کر پناہ لی ہے؛ خدا کے حضور آپکو اپنا سفارشی بناتا ہوں؛ آپکے ذریعے اس کا قرب چاہتا ہوں؛ آپکو اپنی ضرورتوں حاجتوں اور ارادوں کا وسیلہ بناتا ہوں اپنے ہر حال اور ہر کام میں؛ اور ایمان رکھتا ہوں آپ میں سے نہاں اور عیاں پر؛ آپ میں سے ظاہر اور پوشیدہ پر؛ آپ میں سے اول اور آخر پر؛ ان تمام امور کیساتھ خود کو آپکے سپرد کرتا ہوں؛ اور ان میں آپکے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہوں؛ میرا دل آپکا معتقد ہے؛ میرا ارادہ آپکے تابع ہے؛ میری مدد و نصرت آپ کیلئے حاضر ہے؛ یہاں تک کہ خدا آپکے ہاتھوں اپنے دین کو زندہ کرے؛ آپکو اس زمانے میں لے جائے (جہاں) قیام عدل میں آپکی مدد کرے؛ اور آپکو اپنی زمین میں اقتدار دے؛ پس میں صرف آپکے ساتھ ہوں؛ آپکے غیر کیساتھ نہیں؛ آپکا معتقد ہوں اور آپ میں سے آخری کا ویسے ہی محب ہوں؛ جیسے آپ میں سے اول کا محب ہوں؛ میں خدائے عزوجل کے سامنے آپکے دشمنوں سے بیزاری کرتا ہوں؛ اور بیزار ہوں بتوں سے؛ سرکشوں سے؛ شیطانوں سے؛ اور انکے گروہ سے؛

Presented by Ziaraat.Com

جو آپ پر ظلم کرنے والے؛ آپ کے حق کا انکار کرنے والے؛ آپ کی ولایت سے نکل جانے والے؛ آپکی وراثت غصب کرنے والے؛ آپ پر شک کرنے والے؛ آپ سے پھر جانے والے ہیں؛ اور بیزار ہوں میں آپکے سواہر جماعت سے؛ آپکے سواہر اطاعت کئے جانے والے سے؛ اور ان پیشواؤں سے بیزار ہوں جو جہنم میں لے جانے والے ہیں؛ پس جب تک زندہ ہوں خدا مجھے قائم رکھے آپکی دوستی پر؛ آپکی محبت پر؛ آپکے دین پر؛ اور توفیق دے آپکی پیروی کرنے کی؛ اور آپ کی شفاعت نصیب کرے؛ خدا مجھے آپکے بہترین دوستوں میں رکھے؛ جو اسکی پیروی کرنے والے ہوں جن کی طرف آپ نے دعوت دی؛ اور مجھے ان میں سے قرار دے جو آپکے اقوال نقل کرتے ہیں؛ مجھے آپکی راہ پر چلائے؛ آپکی ہدایت سے بہرہ ور کرے؛ آپکے گروہ میں اٹھائے؛ آپکی رجعت میں مجھے بھی لوٹائے؛ آپکی حکومت میں آپکی رعایا بنائے؛ آپکے دامن میں عزت دے؛ آپکے عہد میں اعلیٰ مقام دے؛ اور ان میں رکھے جو کل آپکے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی کریں گے؛ میرے ماں باپ؛ میری جان؛ میرا خاندان؛ اور مال آپ پر قربان؛ جو خدا کو چاہے وہ آپ سے ملتا ہے؛ جو اسے یکتا سمجھے وہ آپکی بات مانتا ہے؛ جو اسکی طرف بڑھے وہ آپکا رخ کرتا ہے؛ میرے سردار میں آپکی تعریف کا اندازہ نہیں کر سکتا؛ نہ آپکی مدح کی حقیقت سمجھ سکتا ہوں؛ اور نہ آپکی شان کا تصور کر سکتا ہوں؛ آپ شرفاء کا نور؛ نیکوں کے رہبر؛ اور خدائے قادر کی حجتیں ہیں؛ خدا نے آپ سے آغاز وانجام کیا ہے؛ وہ آپ کے ذریعے بارش برساتا ہے؛ آپ کے ذریعے آسمان کو روکے ہوئے ہے تاکہ زمین پر نہ آگرے مگر اسکے حکم سے؛ وہ آپ کے ذریعے غم دور کرتا اور سختی ہٹاتا ہے؛ وہ پیغام آپ کے پاس ہے جو اس کے رسول لائے اور فرشتے جس کو لے کر اترے؛ اور آپ کے نانا کے پاس روح الامین لایا؛ خدا نے آپ کو وہ نعمت دی جو جہانوں میں کسی کو نہ دی؛ ہر بڑائی والا آپ کی بڑائی کے آگے جھکتا ہے؛ ہر مغرور آپ کا حکم مانتا ہے؛ ہر زبردست آپ کی فضیلت کے سامنے خم ہوتا ہے؛ ہر چیز آپکے آگے پست ہے؛ زمین آپ کے نور سے چمکتی ہے؛ کامیابی پانے والے آپ کی ولایت سے کامیابی پاتے ہیں؛ آپ کے ذریعے رضائے الٰہی حاصل کرتے ہیں؛ اور جو آپ کی ولایت کے منکر ہیں ان پر خدا کا غضب ہوتا ہے؛ میرے ماں باپ؛ میری جان؛ میرا خاندان اور مال آپ پر قربان؛ آپکا ذکر ہے ذکر کرنے والوں میں؛ آپکے نام ناموں میں خاص ہیں؛ آپکے جسم اعلیٰ ہیں جسموں میں؛

Presented by Ziaraat.Com

آپکی روحیں بہترین ہیں روحوں میں؛ آپکے دل پاکیزہ ہیں دلوں میں؛ آپ کے نشان عمدہ ہیں نشانوں میں؛ اور آپ کی قبریں پاک ہیں قبروں میں؛ پس کتنے پیارے ہیں آپکے نام؛ کتنے گرامی ہیں آپکے نفوس؛ آپکی شان بلند ہے؛ آپکا مقام عظیم ہے؛ آپکا پیمان پورا ہونے والا اور آپ کا وعدہ سچا ہے؛ آپ کا کلام روشن؛ آپ کے حکم میں ہدایت؛ آپ کی وصیت پرہیزگاری؛ آپ کا فعل عمدہ؛ آپ کی عادت پسندیدہ؛ آپ کے اطوار میں بزرگواری؛ آپکی شان سچائی راستی اور ملائمت ہے؛ آپ کا قول مضبوط و یقینی ہے؛ آپکی رائے میں نرمی اور پختگی ہے؛ اگر نیکی کا ذکر ہو تو آپ اس میں اول؛ اسکی جڑ؛ اسکی شاخ؛ اس کا مرکز؛ اس کا ٹھکانہ اور اس کی انتہا ہیں؛ قربان آپ (ع) پر میرے ماں باپ اور میری جان۔ کس طرح میں آپکی زیبا تعریف و توصیف کروں؛ اور آپکی بہترین آزمائشوں کا تصور کروں؛ کہ خدا نے آپکے ذریعے ہمیں خواری سے بچایا؛ ہمارے رنج و غم کو دور فرمایا؛ اور ہمیں تباہی کی وادی سے نکالا؛ اور جہنم کی آگ سے آزاد کیا؛ میرے ماں باپ اور میری جان آپ پر قربان۔ آپ کی دوستی کے وسیلے سے خدا نے ہمیں دینی تعلیمات عطا کیں؛ اور ہماری دنیا کے بگڑے کام سنوار دیے؛ آپ کی ولایت کی بدولت کلمہ مکمل ہوا؛ نعمتیں بڑھ گئیں؛ اور آپس کی دوریاں مٹ گئیں؛ آپ کی دوستی کے باعث اطاعت واجبہ قبول ہوتی ہے؛ آپ سے محبت رکھنا واجب ہے؛ خدائے عزوجل کے ہاں آپ کیلئے بلند درجے؛ پسندیدہ مقام اور اونچا مرتبہ ہے؛ نیز اس کے حضور آپ کی بڑی عزت ہے؛ بہت اونچی شان ہے اور آپ کی شفاعت قبول شدہ ہے؛ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے اس پر جو تو نے نازل کیا اور ہم نے رسول کی پیروی کی؛ پس ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ لے؛ اے ہمارے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ ہونے دے؛ جب کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر؛ بے شک تو بہت عطا کرنے والا، پاک تر ہے؛ ہمارا رب یقینا ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو گا؛ اے ولی خدا بے شک میرے اور خدائے عزوجل کے درمیان گناہ حائل ہیں؛ جو آپ چاہیں تو معاف ہو سکتے ہیں؛ پس واسطہ اس کا جس نے آپ کو اپنا رازداں بنایا؛ اپنی مخلوق کا معاملہ آپکو سونپا؛ آپکی اطاعت اپنی اطاعت کے ساتھ واجب قرار دی ؛آپ میرے گناہ معاف کروائیں اور میرے سفارشی بن جائیں؛ کہ یقیناً میں آپکا پیروکار ہوں؛ جس نے آپکی پیروی کی تو اس نے خدا کی فرمانبرداری کی؛ اور جس نے آپکی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی؛ جس نے

Presented by Ziaraat.Com

آپ سے محبت کی تو اس نے خدا سے محبت کی؛ اور جس نے آپ سے دشمنی کی اس نے خدا سے دشمنی کی؛ اے معبود یقیناً جب میں نے ایسے سفارشی پا لیے ہیں جو تیرے مقرب ہیں یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انکے اہلبیتؑ جو نیک اور خوش کردار امام ہیں؛ میں نے انہیں اپنے لیے سفارش کرنے والا بنایا ہے؛ پس انکے حق کے واسطے سے جو تو نے خود پر لازم کرر کھا ہے؛ تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے ان لوگوں میں داخل فرما جو انکی اور انکے حق کی معرفت رکھتے ہیں؛ اور مجھے اس گروہ میں رکھ جس پر انکی سفارش سے رحم کیا گیا ہے؛ بے شک تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے؛ خدا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور انکی پاکیزہ آلؑ پر درود بھیج اور بہت بہت سلام بھیج؛ اور کافی ہے ہمارے لیے خدا جو بہترین کارساز ہے۔

فہرست

نشر فضائل اہلبیتؑ کی ضرورت ۶

پیش گفتارِ مترجم ۷

پہلی فصل

فلسفۂ زیارت ۹

انسان کی خلقت کا مقصد ۱۰

ایک پر از خطا مقائسہ ۱۰

من نکردم خلق تا سودی کنم ۱۱

سجدۂ شکر ۱۲

عبادُالرحمٰن کی خصوصیات ۱۳

Presented by Ziaraat.Com

انبیاء کی بعثت کے دوہگانہ اہداف ۱۴
انبیاء کا ہدف، آزادی بشر ہے ۱۵
ہدفِ زیارت ۱۵
چار لائحہ عمل مگر ہدف ایک ۱۷
امین اللہ پر سلام ۱۸
زیارت کے تین ہدف ۱۹
پہلا: الہی اور دینی معارف کی تعلیم ۱۹
دوسرا: اہمیتوں کا بیان ۲۰
اقدار کے بیان میں ایک اور نمونہ ۲۰
کون سا ارث تقسیم ہوا؟ ۲۱
تیسرا: تلقینات ۲۲
زیارت کے چند فائدے ۲۳
طلبگار یا مقروض؟ ۲۴
اخلاقی مسائل میں زیارت کے آثار ۲۶
بحرِ شیرین وصاف ۲۶

دوسری فصل

سندِ زیارت جامعہ کبیرہ ۲۸
پہلا نکتہ ۲۸
دوسرا نکتہ ۲۹
تیسرا نکتہ ۳۰
چوتھا نکتہ ۳۰
علامہ مجلسیؒ (اول) کی داستان ۳۲

Presented by Ziaraat.Com

تیسری فصل

چند نکات کا بیان ۳۴

پہلا نکتہ ۳۴

دوسرا نکتہ ۳۵

غلو کے معنی ۳۷

رسول اور امام کی ولایت تکوینی و تشریعی ۳۷

تفسیر ولایت تکوینی ۳۸

توحیدِ افعالی ۳۹

وہابی کیا کہتے ہیں؟ ۴۰

تدبیر عالم میں فرشتوں کا کردار ۴۱

امام فرشتے سے افضل ہے ۴۲

ایک سوال کا جواب ۴۲

علتِ فاعلی اور علتِ غائی ۴۳

ایک خوبصورت مثال ۴۴

عقائدِ اہلسنت میں خرافات ۴۶

جاپان میں خرافات ۴۷

جبر کا اعتقاد رکھنا اہلبیت سے دوری کا نتیجہ ۴۷

تیسرا نکتہ ۴۸

چوتھا نکتہ ۴۹

روحِ عمل ۵۰

قلبی پیغام کا تبادلہ کرو ۵۰

پھر ایک مثال ۵۰

Presented by Ziaraat.Com

دوسری مثال ۵۱

چوتھی فصل

زیارت جامعہ کبیرہ پر اجمالی نظر ۵۳
روش اجمال و تفصیل ۵۳
زیارت جامعہ کی شرح سات حصوں میں ۵۴
پہلا حصہ: خدا کی وحدانیت کی شہادت ۵۴
دوسرا حصہ: بحث نبوت ۵۴
تیسرا حصہ: معرفت ولایت ۵۵
ایک سوال کا جواب ۵۶
چوتھا حصہ: گناہوں سے توبہ ۵۷
پانچواں حصہ: حاجات پیش کرنا ۵۹
چھٹا حصہ: اظہار عشق و محبت ۶۰
زیارت نامہ ترجمان دل ۶۲
امام صادقؑ میقات میں ۶۳
زیارت یا تربیتی درس؟ ۶۴
ساتواں حصہ: امام مہدیؑ کے ظہور کا انتظار ۶۵
انتظار کی تفسیر ۶۶
وہ نعرے لگانے والے جو تصفیے میں شامل ہونگے ۶۶

پانچویں فصل

شرح زیارت جامعہ کبیرہ ۶۸
سلام کیا ہے؟ ۶۸
سلام اہل بہشت کی تحیت ۷۰

Presented by Ziaraat.Com

آئمہ معصومینؑ کا اہم ترین امتیاز	۷۱
حدیث ثقلین	۷۲
فقہی مسائل میں اہلسنت کی مشکلات	۷۳
کیا تمھیں معلوم ہے؟	۷۴
شیعوں کے دو سرمائے	۷۵
انسان کی تربیت کے تین مدرسے	۷۶
گھر کا ماحول یا بلد طیب؟	۷۸
امام حسینؑ اپنا تعارف کرواتے ہیں	۷۹
امام حسینؑ کا تعارف جابرؓ کی زبانی	۸۰
ایک سوال کا جواب	۸۰
اہلبیتِ جسمانی اور اہلبیتِ روحانی	۸۲
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معنوی اولاد پر روحانی صدقہ حرام ہے	۸۳
مکتب امام صادقؑ کا شاگرد امام زمانہؑ کا سپاہی	۸۳
وہ خادم جو خادم بننے کے لیے پیسے دیتے ہیں	۸۵
پانچویں صفت	۸۶
پہلا مطلب: نبوت اور امامت کے لیے علم و تقویٰ دو اساسی شرائط ہیں	۸۷
دوسرا مطلب: پیغمبر اور امام کے علوم کی پانچ اقسام	۸۹
ایک روشن مثال	۹۱
عالم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۹۴
امام رضاؑ کا سب سے بڑا افتخار ضامنِ آہو ہونا نہیں	۹۵
مامون کا ہدف	۹۶
متن زیارت جامعہ کبیرہ	۹۹

Presented by Ziaraat.Com

ترجمہ زیارت جامعہ کبیرہ ۱۰۴

فہرست ۱۱۱

Presented by Ziaraat.Com